اکتوبر ۹۶

تدبر لاہور

58

زیر نگرانی:

مولانا امین احسن اصلاحی

مدیر:

خالد مسعود

یکے از مطبوعات

ادارۂ تدبرِ قرآن و حدیث

لاہور۔ پاکستان

نئی اشاعت

امام حمید الدین فراہی علیہ الرحمتہ کی مندرجہ ذیل تالیف مطالعہ فرمایئے

حکمت قرآن

موضوعات :

امام فراہیؒ کا تصور حکمت
حکمت کی اصل اور اس کی فروع
حکمت اور قرآن حکیم
دین اسلام کا نظام
دین اسلام کی بنیادیں
حکمت کا مفہوم
حکمت کی تعلیم اور اس کا حصول
حکیم کا طرز فکر و تعلیم
مذاہب پر غور کا طریقہ

ترجمہ = خالد مسعود

قیمت = -/75 روپے

فاران فاؤنڈیشن

122 - فیروز پور روڈ - اچھرہ، لاہور 54600
فون = 7595200

اسباق النحو

مصنف :- خالد مسعود

- امام فراہیؒ کی کتاب پر مبنی نئی ترتیب کے ساتھ
- عربی زبان کے قواعد کی تعلیم کا جدید انداز
- اسم، فعل اور حرف کا ضروری تعارف
- ترجمہ کے لیے مشقیں

"میرے نزدیک یہ کتاب طلبہ فن کے لیے کافی ہے۔ اس سے عربی زبان سیکھنے کی راہ باز ہو جائے گی"۔

مولانا امین احسن اصلاحی

قیمت : 36 روپے
شائع کردہ : ادارہ تدبر قرآن و حدیث مسلم کالونی رحمان سٹریٹ سمن آباد لاہور

زیرِ نگرانی :

مولانا امین احسن اصلاحی

مُدیر :

خالد مسعود

تدبّر لاہور

شمارہ نمبر 58
اکتوبر 1997ء
جمادی الثانی 1418ھ

فہرست

تذکرہ و تبصرہ

حکومت کی کارکردگی کے بعض اچھے پہلو	خالد مسعود	2

تدبرِ قرآن

تفسیر سورہ مومنون	خالد مسعود	5

تدبرِ حدیث

نظافت اور وضو کے احکام	امین احسن اصلاحی/ سید اسحاق علی	14
حسن اخلاق	امین احسن اصلاحی/ سعید احمد	33

مقالات

مدینہ کو دارالہجرت بنانے کے اسباب و احوال	خالد مسعود	47

مجلسِ ادارت :

عبدُاللہ غلام احمد
ماجد خاور
محبوب سبحانی
سعید احمد

قیمت : ۱۰/- روپے
سالانہ : ۴۰/- روپے
بیرونِ ملک : ۲۰۰/- روپے

ناشر : ادارہ تدبرِ قرآن و حدیث رحمان سٹریٹ، مسلم کالونی، سمن آباد لاہور

مطبع : المطبعة العربية لاہور

خالد مسعود

حکومت کی کارکردگی کے بعض اچھے پہلو

جناب محمد نواز شریف پر قوم نے غیر معمولی اعتماد کرتے ہوئے فروری 1997ء کے الیکشن میں ان کی پارٹی کو فتح سے ہمکنار کیا۔ یوں تو لیڈروں کے بلند بانگ دعوے اور عوام کے لیے آسمان سے تارے توڑ کر لانے کے وعدے الیکشنوں میں ان کی کامیابیوں کے ضامن بنتے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ ہر شخص کے لیے روٹی کپڑا اور مکان فراہم کرنے کے مشہور نعرے کی بدولت عوام الناس کو ذوالفقار علی بھٹو کی شخصیت کے سحر سے نکلنے میں بڑا وقت لگا' لیکن جناب محمد نواز شریف کا معاملہ قدرے مختلف ہے۔ عوام ان کو ایک عملی انسان اور ملک کے حقیقی خیرخواہ کے طور پر جانتے ہیں۔ ان کی سابقہ کارکردگی عوام کے ان پر اس اعتماد کے لیے کافی بنیاد فراہم کرتی ہے کہ وہ جو وعدہ کریں گے اس کو پورا کرنے میں حتی الامکان کوئی کسر نہیں چھوڑیں گے۔ چنانچہ الیکشن میں جب لوگوں کے سامنے بے نظیر صاحبہ کی ملک کی جڑوں کو کھوکھلا کرنے والی پالیسیوں اور خزانہ کو لوٹنے کی تفصیلات آئیں اور جناب محمد نواز شریف نے ان کے تدارک کا وعدہ کیا تو عوام الناس نے ان کے ہاتھ مضبوط کرنے کا فیصلہ کر کے ان کی وزارت عظمیٰ کی راہ ہموار کی۔ اس کے بعد عوام ان سے یہ توقع رکھتے تھے کہ مسند اقتدار سنبھالتے ہی وہ ایسے اقدامات کریں گے جن کے بعد ملک دوسری قوموں کے ہاں گروی ہونے سے بچ جائے گا' اس کی دولت لوٹنے والے قومی مجرم کی حیثیت سے گرفتار کیے جائیں گے اور ان کے پیٹوں سے یہ دولت نکال لی جائے گی' اور تمام حکومتی فیصلے فی الواقع عدل وانصاف کے تقاضوں کے مطابق خالص میرٹ پر کیے جائیں گے۔

اس وقت جناب محمد نواز شریف کو وزارت عظمیٰ پر متمکن ہوئے آٹھ ماہ گزر چکے ہیں۔ اس دوران میں ان کی کارکردگی کو متاثر کن نہ بھی کہا جا سکے تاہم یہ حقیقت ہے کہ بجٹ میں انھوں نے عوام پر کوئی نامناسب بوجھ ڈالنے سے اجتناب کیا اور سابق دستور کے برعکس منی بجٹ کے اقدامات نہیں کیے۔ مہنگائی میں اس عرصہ میں برائے نام اضافہ ہوا بلکہ متعدد دائروں میں قیمتیں پہلے کی نسبت کم ہو گئیں۔ ملک کی دگرگوں اقتصادی حالت نے کچھ سنبھالا لیا اگرچہ اس میں واضح مثبت تبدیلی کے آثار ابھی نہایت دھندلے ہیں۔ احتساب کا قانون بنا' اس کے لیے کمیشن اور ایک خصوصی سیل قائم ہوا لیکن عملاً احتساب ہوتا ہوا نظر آئے یہ خواب ابھی تک شرمندہ تعبیر نہیں ہو سکا۔ کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ خرابی نیتوں میں ہے یا طریق کار میں یا تفتیش و تحقیق میں۔ حکومت کے ارکان کا کہنا ہے کہ انھوں نے

اوپر کی سطح پر کرپشن کا خاتمہ کر دیا ہے۔ ہو سکتا ہے یہ بات درست ہو لیکن عوام کو جس سطح پر حکومتی اہلکاروں سے واسطہ پڑتا ہے وہاں کرپشن اور ظلم و زیادتی کا اسی طرح دور دورہ ہے جیسا پچھلے دور حکومت میں تھا۔ جناب نواز شریف کے حکومت سنبھالتے ہی دہشت گردی کی رو جس تیزی سے چل پڑی تھی اس پر بڑی حد تک قابو پا لیا گیا ہے۔ البتہ یہ اندازہ لگانا مشکل ہے کہ یہ کسی مستقل انتظام کا نتیجہ ہے یا عارضی بندوبست کا۔ دوسری صورت میں یہ عفریت کسی بھی وقت دوبارہ سر اٹھا سکتا ہے۔ البتہ اغوا' ڈاکوں اور قتل و غارت جیسے جرائم' معلوم ہوتا ہے' کسی کنٹرول کو قبول نہیں کر رہے ہیں اور یہ وہ چیز ہے جو عوام الناس کو کسی بھی حکومت سے بدگمان کرنے کے لیے کافی ہوتی ہے۔

رموز مملکت خویش خسرواں دانند' ایک معروف مقولہ ہے۔ لہٰذا ہماشما کو حکومت کی اصل مشکلات کا نہ علم ہو سکتا اور نہ حقیقی صورت احوال کا ادراک۔ پھر یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ ہتھیلی پر سرسوں جمانا کسی کے لیے ممکن نہیں ہوتا۔ ہر کام ایک خاص ڈھنگ ہی سے کیا جا سکتا ہے اور اس کو پایہ تکمیل تک پہنچانے میں ایک وقت درکار ہوتا ہے۔ منصوبہ بندی کے بغیر کیے گئے عاجلانہ اقدامات سے فائدہ کے بجائے الٹا نقصان ہو جانے کا احتمال ہوتا ہے۔ لہٰذا فوری احتساب کا وعدہ کرنے اور کشکول گدائی کو توڑنے کا عزم رکھنے والے وزیراعظم کی حکومت میں جب ہم احتسابی عمل کی سست روی اور بین الاقوامی بنکوں کی دلہیز پر قرضوں کے حصول کے لیے جبہ سائی کا مشاہدہ کرتے ہیں تو جناب نواز شریف سے حسن ظن رکھتے ہوئے یہ خیال ہوتا ہے کہ ورثہ میں ملنے والی صورت حالات کی سنگینی اور ملکی قوانین کے قواعد و ضوابط نے ان کے ہاتھ باندھ رکھے ہیں جس کے بعد وہ اپنے حصہ کا کام کر کے باقی کے لیے دوسروں پر تکیہ کرنے پر مجبور ہیں۔ اور یہ لوگ یا تو عدم تعاون کی راہ پر چل رہے ہیں یا وہ تعاون تو کر رہے ہیں لیکن ضابطوں کے جال میں الجھ کر رہ گئے ہیں۔ بہرحال دونوں صورتوں میں عوام الناس مایوسی کا شکار ہوتے ہیں کہ ان کی حکومت نتائج حاصل کرنے میں ناکام ہو رہی ہے اور الیکشن کے دوران جو وعدے کیے گئے تھے ان کے ایفاء کے لیے اب وہ سرگرم نہیں ہے۔

حال ہی میں حکومت کے دو فیصلے باد نسیم کے جھونکے بن کر آئے ہیں۔ ایک قرآن مجید کا ترجمہ سکولوں کے کورس میں شامل کرنا اور دوسرا پی ٹی وی اور ایس ٹی این کے پروگراموں میں سے بے حیائی کے عنصر اور اچھل کود کے ساتھ مخلوط گانوں پر پابندی لگانا۔ حقیقت یہ ہے کہ قرآن مجید کو نظرانداز کر کے یہ امت اپنے مقصد وجود سے بہت دور ہو گئی ہے جس کے نتیجہ میں دین سے بے گانگی' اسلامی اخلاقی اقدار سے بے رغبتی اور مغرب کی نقالی جیسے مفاسد ہمارے معاشرہ میں داخل ہو گئے ہیں۔ یہ چیز اس ملک کو دیمک کی طرح چاٹ رہی ہے۔ حکومتی اہل کاروں میں رشوت کا لین دین' حقدار کو اس کے حق سے محروم کرنا اور ملی و قومی مفادات کے خلاف فیصلے کرنا' زمینداروں میں کبرو نخوت' غربا کے ساتھ

ظلم و زیادتی اور روپے پیسے کی حرص' تاجروں میں بددیانتی' ٹیکس سے بچنے کے لیے جھوٹ کا سہارا لینے کی عادت دین سے بے گانگی اور آخرت سے بے خوفی کا فوری نتیجہ ہیں۔ معاشرہ کے بگاڑ کا علاج جتنا قرآن مجید کی تعلیم کے ذریعے ممکن ہے اتنا کسی اور چیز سے ممکن نہیں۔ ٹی وی کے پروگراموں میں بے حیائی کا عنصر مغرب کی نقالی کے نتیجہ میں شامل ہوا ہے۔ حالانکہ وہاں اس کے جو مفاسد ظاہر ہوئے ہیں انھوں نے قوموں کو سوچنے پر مجبور کر دیا ہے کہ وہ معاشرہ کی بے راہ روی پر قابو پانے کے لیے بے حیائی کی رو کے آگے بند باندھیں اور کنبہ کے تصور کو پھر سے لوگوں کے ذہنوں میں داخل کریں۔ اس کے برعکس ہمارے ہاں ٹی وی پروگراموں کی منصوبہ بندی پر جو طبقہ مسلط کر دیا گیا ہے وہ ایسے پروگرام تجویز کرتا ہے جس سے یہ مملکت خداداد اپنے مقصد وجود کے خلاف ہو کر مغرب کی ایک مجہول کاسہ لیس بن کر رہ جائے جس میں لوگوں کو وہی شیطانی آزادی حاصل ہو جو مغرب کے معاشرہ کو حاصل ہے اور جس نے وہاں لوگوں میں بہیمیت کی صفات کو اجاگر کر دیا ہے۔ ہمارے نزدیک کرپشن اور دہشت گردی کے طور طریقوں سے عوام الناس کو آگاہ کرنے بلکہ ان کی تعلیم دینے میں بھی ہمارے ٹی وی پروگراموں کا خاصا بڑا حصہ ہے۔ لہٰذا آدمی سوچنے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ ٹی وی کی انتظامیہ میں دشمن کے ایجنٹ تو گھس نہیں آئے ہیں۔

ہمارے نزدیک حکومت کے مذکورہ فیصلے اگرچہ دیر سے ہوئے ہیں لیکن درست سمت میں ہیں۔ اگر ان پہ نیک نیتی سے عمل ہوا تو ان کی برکت معاشرہ میں بہت جلد ظاہر ہوگی۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ جناب وزیراعظم ان پر عمل درآمد کو یقینی بنائیں اور وقتاً" فوقتاً" اس میں پیش رفت کا جائزہ لیتے رہیں۔ تاکہ ان کی حکومت کے کارکن ان فیصلوں کو درازوں میں محفوظ کر کے لمبی تان کر نہ سو جائیں۔

تدبر قرآن

خالد مسعود

تفسیر سورہ مومنون

شروع خدائے رحمان و رحیم کے نام سے

فائز المرام ہوئے وہ اہل ایمان○ (1) جو اپنی نمازوں میں فروتنی اختیار کرنے والے○ اور جو لغویات
سے احتراز کرنے والے ہیں (2) ○ اور جو زکوۃ ادا کرتے رہنے والے○ اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت
کرنے والے ہیں ○ بجز اپنی بیویوں اور لونڈیوں کے حد تک' سو اس بارے میں ان کو کوئی ملامت نہیں
○ البتہ جو ان کے سوا کے خواہش مند ہوئے تو وہی ہیں جو حد سے تجاوز کرنے والے ہیں○ اور جو
اپنی امانتوں اور اپنے عہد کا پاس رکھنے والے ہیں○ (3) اور جو اپنی نمازوں کی حفاظت کرتے ہیں ○ یہی
لوگ وارث ہونے والے ہیں○ جو فردوس کے وارث ہوں گے۔ اس میں ہمیشہ ہمیش رہیں گے○ 11
اور ہم نے انسان کو مٹی کے خلاصہ سے پیدا کیا○ پھر ہم نے پانی کی ایک بوند کی شکل میں اس کو
ایک محفوظ مستقر میں رکھا○ پھر ہم نے پانی کی بوند کو ایک جنین کی شکل دی۔ پھر جنین کو گوشت کا
ایک لوتھڑا بنایا۔ پس لوتھڑے کے اندر ہڈیاں پیدا کیں۔ پھر ہڈیوں کو گوشت کا جامہ پہنایا۔ پھر اس کو
ایک بالکل ہی مختلف مخلوق کی شکل میں متشکل کر دیا۔ پس بڑا ہی بابرکت ہے اللہ' بہترین پیدا کرنے والا
○ پھر تم ان سب کے بعد لازماً مرنے والے ہو○ پھر تم قیامت کے دن اٹھائے جاؤ گے○ (4) 16
اور ہم نے تمہارے اوپر سات تہہ بہ تہہ آسمان بنائے اور ہم مخلوق سے بے پروا نہیں ہوئے○(5)
اور ہم نے آسمان سے پانی برسایا ایک اندازہ کے ساتھ۔ پس اس کو زمین میں ٹھہرا دیا اور ہم اس کو
واپس لے لینے پر قادر ہیں○ (6) پس ہم نے اس سے تمہارے لیے کھجوروں اور انگوروں کے باغ
اگائے' تمہارے لیے ان میں بہت سے میوے ہیں جن سے تم لذت اندوز بھی ہوتے ہو اور اپنی غذا کا
سامان بھی کرتے ہو○ اور وہ درخت بھی اگایا جو طور سینا میں پیدا ہوتا ہے۔ وہ روغن اور کھانے والوں
کے لیے سالن کے ساتھ اگتا ہے○ (7) اور تمہارے لیے چوپایوں میں بھی بڑا درس آموزی کا سامان
ہے۔ ہم ان چیزوں کے اندر سے' جو ان کے پیٹوں میں ہیں' تمہیں (خوش ذائقہ دودھ) پلاتے ہیں اور
تمہارے لیے ان میں دوسرے بھی بہت سے فوائد ہیں۔ اور ان سے تم اپنی غذا کا سامان بھی حاصل
کرتے ہو○ اور ان پر اور کشتیوں پر سواری بھی کرتے ہو○ (8) 22
اور ہم نے نوحؑ کو اس کی قوم کی طرف رسول بنا کر بھیجا تو اس نے دعوت دی کہ اے میری قوم
کے لوگو! اللہ کی بندگی کرو' اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں۔ تو کیا تم اس کے غضب سے ڈرتے نہیں

○ تو اس کی قوم کے اعیان نے، جنھوں نے کفر کیا، کہا کہ یہ تو بس تمھارے ہی جیسا ایک بشر ہے، تم پر اپنی برتری جمانا چاہتا ہے اور اگر اللہ رسول ہی بھیجنا چاہتا تو فرشتوں کو رسول بنا کر بھیجتا۔ اس طرح کی بات ہم نے اپنے اگلے بزرگوں میں تو سنی نہیں○ یہ تو بس ایک ایسا شخص ہے جس کو ایک قسم کا جنون ہے تو کچھ دن اس کے باب میں انتظار کرو○ [10] 25

تو اس نے دعا کی کہ اے میرے رب! تو اس چیز سے میری مدد کر جس میں انھوں نے مجھ کو جھٹلایا ○ تو ہم نے اس کو وحی کی کہ ہماری نگرانی میں اور ہماری ہدایات کے مطابق کشتی بناؤ تو جب ہمارا عذاب آ جائے اور طوفان اُبل پڑے تو اس میں ہر چیز کے جوڑے رکھ لو اور اپنے لوگوں کو بھی سوار کرا لو بجز ان کے جن کے بارے میں قول فیصل ہو چکا ہے اور مجھ سے ان لوگوں کے باب میں کچھ نہ کہیو جنھوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا ہے! وہ لازماً غرق ہو کے رہیں گے○ [11] 27

پس جب تم اور تمھارے ساتھی کشتی میں سوار ہو لیں تو شکر ادا کیجیو کہ شکر ہے اس اللہ کے لیے جس نے ہمیں ظالم قوم سے نجات دی اور دعا کیجیو کہ اے رب تو مجھے اتار مبارک اتارنا اور تو بہترین اتارنے والا ہے○ بے شک اس سرگزشت میں بڑی نشانیاں ہیں! اور بے شک ہم امتحان کرنے والے ہیں○ [12] 30

پھر ہم نے ان کے بعد دوسرے لوگ اٹھائے اور ان میں بھی ایک رسول انھی میں سے اس دعوت کے ساتھ بھیجا کہ اللہ کی بندگی کرو، اس کے سوا تمھارا کوئی معبود نہیں تو کیا تم اس سے ڈرتے نہیں○ [13] اور اس کی قوم کے اعیان نے، جنھوں نے کفر کیا اور آخرت کی پیشی کو جھٹلایا اور ان کو ہم نے دنیا کی زندگی میں رفاہیت دے رکھی تھی، کہا کہ یہ تو بس تمھارے ہی مانند ایک بشر ہے۔ وہی کھاتا ہے جو تم کھاتے ہو اور وہی پیتا ہے جو تم پیتے ہو○ اور اگر تم نے اپنے ہی جیسے ایک بشر کی بات مان لی تو تم بڑے ہی گھاٹے میں رہو گے○ [14] کیا وہ تمھیں اس بات کا ڈراوا دیتا ہے کہ جب تم مر جاؤ گے اور خاک اور ہڈیاں بن جاؤ گے تو تم پھر نکالے جاؤ گے○ بہت ہی بعید اور نہایت ہی مستبعد ہے یہ ڈراوا جو تمھیں سنایا جا رہا ہے○ زندگی تو بس یہی ہماری دنیا کی زندگی ہے، یہیں ہم مرتے اور جیتے ہیں اور ہم ہرگز اٹھائے جانے والے نہیں ہیں○ [15] یہ تو ایک ایسا شخص ہے جس نے خدا پر ایک جھوٹ گڑھا ہے اور ہم اس کو ہرگز ماننے والے نہیں○ 38

اس نے دعا کی اے میرے رب! تو میری مدد فرما اس چیز سے جس میں انھوں نے مجھے جھٹلایا○ ارشاد ہوا، بہت جلد وہ پشیمان ہو کر رہیں گے ○ تو ان کو ایک سخت ڈانٹ نے شدنی کے ساتھ آ دبوچا۔ تو ہم نے ان کو خس و خاشاک کر دیا۔ تو خدا کی پھٹکار ہو ایسے بدبختوں پر○ 41

پھر ہم نے ان کے بعد دوسری قومیں اٹھائیں○ نہ کوئی قوم اپنی اجل معین سے پہل ہی کرتی اور نہ

وہ اس سے پیچھے ہی ہٹتی ہے○ پھر ہم نے اپنے رسول بھیجے مسلسل۔ جب جب آیا کسی قوم کے پاس اس کا رسول تو انھوں نے اس کو جھٹلایا تو ہم نے بھی ایک کے پیچھے دوسری کو لگا دیا اور ان کو افسانہ بنا دیا۔ تو خدا کی پھٹکار ہو ان لوگوں پر جو ایمان نہیں لاتے○ [16] 44

پھر ہم نے موسیٰؑ اور اس کے بھائی ہارونؑ کو اپنی نشانیوں اور ایک واضح حجت کے ساتھ فرعون اور اس کے درباریوں کے پاس رسول بنا کر بھیجا تو انھوں نے تکبر کیا اور وہ نہایت مغرور لوگ تھے○ انھوں نے کہا کیا ہم اپنے ہی جیسے دو انسانوں کی بات مان لیں درآنحالیکہ ان کی قوم ہماری غلامی کر رہی ہے○ تو انھوں نے ان کو جھٹلا دیا اور وہ بالآخر ہلاک ہو کے رہے○ اور ہم نے موسیٰؑ کو کتاب عنایت کی تاکہ وہ راہ یاب ہوں○ [17] 49

اور ہم نے ابن مریم اور اس کی ماں کو ایک عظیم نشانی بنایا اور ان کو ایک سکون اور چشمے والے ٹیلہ پر پناہ دی○ [17] 50

اے رسولو، پاکیزہ چیزیں کھاؤ اور نیک عمل کرو۔ جو کچھ تم کرو گے میں اس سے اچھی طرح واقف ہوں○ اور یہ تمھاری امت ایک ہی امت ہے اور میں تمھارا رب ہوں تو مجھ سے ڈرتے رہو○ 52

پس امتوں نے اپنے دین کو اپنے درمیان ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا۔ اب ہر گروہ اسی میں مگن ہے جو اس کے پاس ہے○ [19] تو ان کو ان کی سرمستی میں کچھ دن چھوڑو○ کیا یہ سمجھتے ہیں کہ ہم جو ان کے مال و اولاد میں اضافہ کر رہے ہیں○ تو ان کے لیے بھلائی میں اضافہ کر رہے ہیں، بلکہ ان کو اصل حقیقت کا احساس نہیں ہو رہا ہے○ [20] 56

بے شک وہ لوگ جو اپنے رب کی خشیت سے ہر وقت ترساں ہیں○ اور وہ لوگ جو اپنے رب کی آیات پر ایمان لاتے ہیں○ اور وہ لوگ جو اپنے رب کا کسی کو شریک نہیں ٹھہراتے○ اور وہ لوگ جو دیتے ہیں تو جو کچھ دیتے ہیں اس طرح دیتے ہیں کہ ان کے دل ڈرتے ہوئے ہوتے ہیں کہ انھیں خدا کی طرف پلٹنا ہے○ یہ لوگ ہیں جو بھلائیوں کی راہ میں سبقت کر رہے ہیں اور وہ ان کو پا کر رہیں گے○ اور ہم کسی جان پر اس کی طاقت سے زیادہ بوجھ نہیں ڈالتے اور ہمارے پاس ایک رجسٹر ہے جو بالکل ٹھیک ٹھیک بتا دے گا اور ان کی ذرا بھی حق تلفی نہ ہوگی○ [21] 62

بلکہ ان لوگوں کے دل اس چیز سے غفلت میں پڑے ہوئے ہیں اور ان کے کچھ اور مشاغل ان کے ماسوا ہیں، یہ انھی میں پڑے رہیں گے○ یہاں تک کہ جب ہم ان کے مترفین کو عذاب میں پکڑیں گے تو وہ آہ و فریاد کریں گے○ اب آہ و فریاد نہ کرو، اب ہماری طرف سے تمھاری کوئی مدد نہیں ہوگی○ جب ہماری آیتیں تم کو سنائی جاتی تھیں تو تم پیٹھ پیچھے بھاگتے تھے○ گھمنڈ کرتے ہوئے گویا کسی افسانہ گو کو چھوڑ رہے ہو○ [22] 67

کیا ان لوگوں نے کلام پر غور نہیں کیا یا ان کے پاس وہ چیز آئی جو ان کے اگلے آباء و اجداد کے پاس نہیں آئی ○ یا انہوں نے اپنے رسول کو پہچانا نہیں اس وجہ سے اس کے منکر بنے ہوئے ہیں○ یا وہ کہتے ہیں کہ اس شخص پر کچھ جنون کا اثر ہے! یہ جنون نہیں ہے بلکہ وہ ان کے پاس حق لے کر آیا ہے لیکن ان میں سے اکثر حق سے بیزار ہیں○ (23) اور اگر حق ان کی خواہشوں کے مطابق ہوتا تو آسمان و زمین اور جو ان میں ہیں سب تباہ ہو جاتے' بلکہ ہم تو ان کے پاس ان کے حصہ کی یاد دہانی لائے ہیں تو وہ اپنی یاد دہانی سے اعراض کر رہے ہیں○ (24) 71

کیا تم ان سے کوئی معاوضہ طلب کر رہے ہو! تمہارے رب کا صلہ تمہارے لیے بہتر ہے اور وہ بہترین روزی بخشنے والا ہے○ اور بے شک تم ان کو ایک سیدھی راہ کی دعوت دے رہے ہو○ اور جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے ہیں وہ سیدھی راہ سے بھٹکے ہوئے ہیں○ (اور اگر ہم ان کو کسی آزمائش میں ڈالنے کے بعد) پھر ان پر رحم کرتے اور ان کی تکلیف دور کر دیتے تو وہ بدستور اپنی سرکشی ہی پر اڑے اسی طرح بھٹکتے رہتے○ اور ہم نے ان جیسوں کو عذاب میں پکڑا لیکن نہ وہ اپنے رب کے آگے جھکے اور نہ وہ تضرع ہی کرتے تھے○ یہاں تک کہ جب ہم ان پر ایک سخت عذاب کا دروازہ کھول دیں گے تو وہ اس میں بالکل مایوس ہو کے رہ جائیں گے○ (25) 77

اور وہی ہے جس نے تمہارے لیے کان' آنکھ اور دل بنائے' پر تم بہت کم شکرگزار ہوتے ہو○ اور وہی ہے جس نے تمہیں زمین میں پھیلایا ہے پھر تم اس کے پاس اکٹھے کیے جاؤ گے○ اور وہی ہے جو زندہ کرتا اور مارتا ہے اور اسی کے اختیار میں ہے رات اور دن کی آمد و شد تو کیا تم سمجھتے نہیں○ (26) 80

بلکہ انہوں نے بھی وہی بات کہی جو اگلوں نے کہی○ کہتے ہیں کہ کیا جب ہم مر جائیں گے اور خاک اور ہڈیاں بن جائیں گے تو از سر نو اٹھائے جائیں گے○ اس کی دھمکی تو ہم کو اور اس سے پہلے ہمارے آباء و اجداد کو بھی سنائی گئی۔ یہ محض اگلوں کے فسانے ہیں○ 83

ان سے پوچھو' یہ زمین اور جو اس میں ہیں کس کے ہیں' اگر تم جانتے ہو○ کہیں گے اللہ کے۔ کہو تو کیا تم اس سے یاد دہانی نہیں حاصل کرتے○ پوچھو' ساتوں آسمان اور عرش عظیم کا خداوند کون ہے○ کہیں گے یہ سب اللہ کے ہیں۔ کہو تو کیا تم اس اللہ سے ڈرتے نہیں○ پوچھو' وہ کون ہے جس کے ہاتھ میں ہر چیز کا اختیار ہے اور وہ پناہ دیتا ہے' لیکن اس کے مقابل میں پناہ نہیں دی جا سکتی' اگر تم جانتے ہو○ وہ کہیں گے یہ باتیں اللہ ہی کے اختیار کی ہیں' کہو پھر تمہاری مت کہاں ماری جاتی ہے○ (27) 89

بلکہ ہم ان کے پاس حق لائے ہیں اور یہ بالکل جھوٹے ہیں○ خدا نے کسی کو اپنی اولاد نہیں قرار

دیا اور نہ اس کے ساتھ کوئی اور معبود شریک ہے۔ اگر ایسا ہوتا تو ہر معبود جو کچھ اس نے پیدا کیا ہوتا اس کو لے کر الگ ہو جاتا اور ایک دوسرے پر چڑھائی کر دیتا' خدا ایسی باتوں سے پاک ہے جو یہ بیان کرتے ہیں○ (28) وہ غائب و حاضر کا جاننے والا ہے اور برتر ہے ان چیزوں سے جن کو یہ اس کا شریک ٹھہراتے ہیں○ 92

دعا کرو اے میرے پروردگار! اگر تو مجھے وہ عذاب دکھائے جس سے ان کو ڈرایا جا رہا ہے○ تو اے میرے پروردگار! مجھے ان ظالموں میں شامل نہ کیجیو○ اور بے شک ہم اس بات پر قادر ہیں کہ جس عذاب سے ہم ان کو ڈرا رہے ہیں وہ تم کو دکھا دیں○ (29) 95

ان کی شرارتوں سے خوبصورتی کے ساتھ درگزر کرو' یہ جو کچھ ہرزہ سرائی کر رہے ہیں ہم اس سے اچھی طرح واقف ہیں○ اور دعا کرتے رہو کہ اے رب میں شیاطین کے وسوسوں سے تیری پناہ مانگتا ہوں○ اور اے میرے رب اس بات سے تیری پناہ مانگتا ہوں کہ وہ میرے پاس آئیں○ 98

یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی کی موت سر پر آن کھڑی ہوگی تو وہ کہے گا کہ اے رب مجھے پھر واپس بھیج○ کہ جو کچھ چھوڑ آیا ہوں اس میں کچھ نیکی کماؤں! ہرگز نہیں! یہ محض ایک بات ہے جو وہ کہنے والا بنے گا اور آگے ان کے ایک پردہ ہوگا اس دن تک کے لیے جس دن وہ اٹھائے جائیں گے○ (30) تو جب صور پھونکا جائے گا تو اس دن نہ آپس کا نسب کام آئے گا اور نہ وہ ایک دوسرے سے طالب مدد ہوں گے○ پس جن کے پلے بھاری ہوں گے وہی لوگ فلاح پانے والے ہوں گے ○ اور جن کے پلے ہلکے ہوں گے تو وہی ہیں جنہوں نے اپنے آپ کو گھاٹے میں ڈالا' وہ ہمیشہ جہنم میں رہیں گے○ (31) ان کے چہروں کو آگ جھلسے گی اور اس میں ان کے منہ بگڑے ہوئے ہوں گے○ کیا تم کو میری آیتیں پڑھ کر نہیں سنائی جاتی تھیں تو تم ان کو جھٹلاتے تھے○ کہیں گے اے ہمارے رب! ہماری بدبختی ہم پر غالب رہی اور ہم گمراہی میں پڑے رہے○ اے ہمارے رب ہمیں اس جہنم سے ایک مرتبہ نکال' اگر ہم پھر ایسا کریں تو بے شک ہم ہی اپنی جانوں پر ظلم ڈھانے والے ہوں گے○ حکم ہوگا' دفع ہو' اسی میں پڑے رہو اور مجھ سے بات نہ کرو○ میرے بندوں کی ایک جماعت ان لوگوں کی تھی جو دعا کرتے تھے کہ اے ہمارے رب! ہم ایمان لائے تو تو ہمیں بخش اور ہم پر رحم فرما اور تو بہترین رحم فرمانے والا ہے○ تو تم نے ان کو مذاق بنایا' یہاں تک کہ ان کے ساتھ تمہارے اس شغل نے تم کو میری یاد سے غافل رکھا اور تم ان کی ہنسی اڑاتے رہے○ (32) آج میں نے ان کی استقامت کا صلہ دیا کہ وہی کامیاب ہونے والے بنے○ 111

کہنے والا کہے گا' سالوں کے حساب سے زمین میں کتنی مدت رہے ہوگے○ کہیں گے ایک دن یا ایک دن کا کچھ حصہ' یہ بات شمار کرنے والوں سے پوچھو○ کہنے والا کہے گا تم تو بس تھوڑی ہی مدت

رہے۔ کاش تم اس بات کو جانتے ہوتے○ [33] 114

تو کیا تم نے یہ گمان کر رکھا ہے کہ ہم نے تم کو بس یوں ہی بے مقصد پیدا کیا ہے اور تم ہماری طرف لوٹائے نہیں جاؤ گے○ تو بڑی ہی برتر ذات ہے اللہ' بادشاہ حقیقی کی' اس کے سوا کوئی معبود نہیں' عرش کریم کا مالک○ [34] اور جو کوئی اللہ کے ساتھ کسی اور الہ کو بھی پکارے گا جس کے حق میں اس کے پاس کوئی دلیل نہیں تو اس کا حساب اس کے رب کے ہاں ہوگا اور کافر فلاح نہیں پائیں گے○ اور دعا کرو کہ اے رب! مجھے بخش اور مجھ پر رحم فرما اور تو بہترین رحم فرمانے والا ہے○ [35]

118

حاشیہ سورہ مومنون

مضمون:

اہل ایمان اپنی حق پسندی اور اعلیٰ کردار کی بدولت کامیاب و کامران ہیں اور ناکامی و نامرادی اہل باطل کا مقدر ہے جنہوں نے نہ پیغمبر کی دعوت سے کوئی فائدہ اٹھایا نہ اس مہلت سے جو ان کو دی گئی۔

1- مومنون کا لفظ عام ہے لیکن یہاں اس کے مصداق اول وہ اہل ایمان ہیں جو حق کی خاطر ہجرت اور جہاد کی بازی کھیل رہے تھے۔ ان کو کامیابی کی قطعی بشارت دی ہے۔ ان کے بیان کردہ کردار میں اسلامی کردار کی تصویر دیکھی جا سکتی ہے۔

2- لغو سے مراد ہر وہ قول و فعل ہے جو زندگی کے اصل مقصود' رضائے الٰہی سے غافل کر دینے والا ہو۔ قطع نظر اس کے کہ وہ مباح ہے یا غیر مباح۔

3- امانت اور عہد دو لفظوں کے اندر وہ تمام شرعی و اخلاقی' قانونی اور عرفی ذمہ داریاں آ گئی ہیں جن کا احترام ہر شریعت میں مطلوب رہا ہے۔ گویا اہل ایمان نہ اپنے رب کے معاملہ میں خائن اور غدار ہیں نہ اسکے بندوں کے ساتھ بے وفائی اور عہد شکنی کرنے والے ہیں۔

4- یعنی خلقت کے ان مراحل سے گزر کر پانی کی ایک بوند سے ایک بھلا چنگا' عاقل و بالغ صلاحیت انسان پیدا ہوتا ہے۔ ہر انسان کے وجود میں قدرت کا یہ کرشمہ موجود ہے جس کا وہ مشاہدہ کرتا ہے۔ فرمایا اس مشاہدہ کے باوجود خدا سے یہ کیوں بعید سمجھتے ہو کہ وہ تمہیں دوبارہ اٹھا کھڑا کرے گا۔ کیا یہ کام پہلی تخلیق سے زیادہ مشکل ہے۔

5- یہ ربوبیت کے اہتمام و انتظام کی طرف اشارہ ہے جس سے یہ ثابت کرنا مقصود ہے کہ خدا اس دنیا کو پیدا کر کے اس کے خیر و شر سے بے تعلق ہو کر نہیں بیٹھا ہے بلکہ وہ برابر اس کی پرورش و پرداخت فرما رہا ہے۔

6- یعنی یہ پانی اگر ایک محفوظ ذخیرے کی طرح تمام مخلوقات کے کام آتا ہے تو معلوم ہوا کہ آسمان اور زمین میں ایک ہی ارادہ کارفرما ہے اور خدا نہایت مہربان و کریم ہستی ہے۔

7- مراد زیتون کا درخت ہے' طور سینا جس کی پیداوار کا خاص علاقہ ہے۔ زیتون روغن کے لیے بھی عربوں میں مقبول تھا اور یہ مکھن کی طرح ایک لذیذ اور مقوی سالن کے طور پر بھی استعمال ہوتا تھا۔

8- ان تمام مثالوں میں درس آموزی کا سامان یہ ہے کہ جس رب نے ہماری ایک ایک ضرورت کا اس جز رسی کے ساتھ اہتمام فرمایا ہے اس کے بارے میں کیا یہ تصور کیا جا سکتا ہے کہ وہ ہم کو پیدا کر کے بالکل بے تعلق

ہو کر بیٹھ رہا ہے۔ کیا اس کی ربوبیت ہمارے اوپر کوئی حق اور ذمہ داری عائد نہیں کرتی۔ جو لوگ کریم کے دروازے سے سب کچھ پا کر اس کا حق نہیں پہچانتے وہ لئیم اور ناشکرے ہیں۔ لازم ہے کہ وہ اپنی اس ناشکری کا انجام دیکھیں۔

9- آگے انبیاء کی زندگی سے مثالیں دی ہیں جن کا مقصد اہل ایمان کی فلاح اور حق کی تکذیب کرنے والوں کی نامرادی کو واقعات کی روشنی میں ثابت کرنا ہے۔

10- رسول کی مخالف قوم کے سربراہ رسول کی کامیابی میں اپنی موت سمجھتے ہیں۔ اس لیے قوم نوح کے لیڈروں نے اپنے عوام کو بے وقوف بناتے ہوئے کہا کہ یہ شخص رسالت کا دعویٰ دھونس جمانے کے لیے کر رہا ہے۔ اصل میں یہ تم پر اپنی سیادت قائم کرنا چاہتا ہے۔ اگر خدا رہنمائی کے لیے کسی کو بھیجنا چاہتا تو وہ فرشتوں کو بھیجتا۔ اس شخص کی باتیں ہم نے اپنے اسلاف کی روایات میں نہیں سنی ہیں۔ معلوم ہوتا ہے یہ کسی خلل دماغ کے باعث اس طرح کی باتیں کرنے لگا ہے۔

11- اس واقعہ کی پوری تفصیل سورہ ہود میں بیان ہوئی ہے۔ فرمایا کہ ایسا نہ ہو کہ جب قہر الٰہی کی موجیں تمہاری تکذیب کرنے والوں کو اپنے گھیرے میں لے لیں تو تمہارے اندر ان کے لیے رافت کا جذبہ ابھرے اور تم ان کی نجات کی دعا شروع کر دو۔ عذاب الٰہی کے آ جانے کے بعد اللہ تعالیٰ کے ہاں ان لوگوں کے حق میں کسی کی کوئی دعا اور سفارش کام نہیں آتی جن پر عذاب آتا ہے۔

12- یعنی حق و باطل کی کشمکش میں فوز و فلاح رسول اور اس کے ساتھیوں کو حاصل ہوتی ہے البتہ اس سے پہلے انہیں آزمائشوں کے ایک دور سے گزرنا پڑتا ہے۔

13- قوم نوح کے جانشین کی حیثیت سے قرآن میں قوم عاد کا ذکر ہوا ہے۔ اور عاد کے وارث ثمود ہوئے۔ ان کے رسولوں حضرت ہودؑ یا حضرت صالحؑ کی طرف یہاں اشارہ ہے۔

14- یہ لوگ آخرت کے ایک حقیقت ہونے اور اس میں خدا کے آگے پیشی کے منکر تھے۔ ان کو دنیا میں جو خوشحالی حاصل ہوئی وہ ان کے لیے فتنہ بن گئی۔ دولت و رفاہیت کے بل بوتے پر وہ اپنے اوپر کسی کی برتری تسلیم کرنے پر تیار نہ تھے۔ لہٰذا عوام کے جذبات کو بھڑکانے کے لیے انہوں نے یہ کہا کہ ایک بشر کو خدا کا رسول مان کر اس کی اطاعت کا قلادہ اپنے گلے میں نہ ڈال لینا ورنہ نقصان اٹھاؤ گے۔

15- یعنی زندگی بس یہی دنیا کی زندگی ہے۔ یہیں ہم مرتے ہیں اور یہیں جیتے ہیں۔ مرنے کے بعد اٹھائے جانے کا کوئی امکان نہیں۔ قیامت کا انکار انہوں نے کسی دلیل کی بنیاد پر نہیں کیا بلکہ مجرد اس کے بعید از امکان ہونے کی بنیاد پر کیا۔ یہی وطیرہ جدید دور کے مکذبین قیامت کا ہے۔

16- بالتدریج قوموں کی تعداد میں اضافہ ہوتا گیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کی ہدایت و اصلاح کے اہتمام و انتظام میں بھی اسی رفتار سے اضافہ فرمایا۔ یہاں تک کہ ایک ہی دور میں کئی رسول بھی آئے۔ ان قوموں کے ساتھ خدا کا معاملہ یہی رہا کہ جس قوم نے بھی رسول کی تکذیب کی اس کو خدا نے ہلاکت کے اسی گڑھے میں جھونک دیا جس میں اسکی پیشرو قوم کو پھینکا۔ پھر یہ ہوا کہ جن کو اپنے کروفر' اپنی قوت و شوکت اور اپنے عروج و اقبال پر بڑا ناز و فخر تھا وہ ماضی کی ایک داستان پارینہ بن کے رہ گئے۔

17- فرعون اور اس کے درباری تو اس غرے میں مبتلا رہے کہ بھلا وہ ایک ایسے شخص کی بات کس طرح مان لیں جو ایک ایسی قوم کا فرد ہے جو ان کی غلامی کر رہی ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اسی شخص اور اس کی قوم کو اپنی کتاب (تورات) سے سرفراز فرمایا کہ وہ زندگی کے تمام مراحل میں اس سے رہنمائی حاصل کریں۔

18- حضرت مریم کے ہاں حضرت عیسیٰؑ کی خارق عادت ولادت قیامت کی بہت بڑی نشانی ہے۔ نادانوں کو قیامت پر سب سے بڑا شبہ یہی ہوتا ہے کہ اسباب کے بغیر لوگ دوبارہ کس طرح پیدا ہو جائیں گے۔ حضرت عیسیٰؑ کا وجود اس شبہ کا جواب ہے۔ یہاں جس ٹیلے کا حوالہ ہے یہ وہ ٹیلہ ہے جس پر کھجور کا درخت تھا اور اس کے

نیچے صاف و شفاف شیریں چشمہ بھی۔ اس گوشۂ تنہائی میں حضرت مریم کے ہاں بچے کی ولادت ہوئی۔

19- یعنی تمام انبیاء کی دعوت ایک ہی رہی ہے اور یہ سب ایک ہی دین لے کر آئے۔ ان کی امتوں نے اپنے جی سے طیبات کو حرام اور خبائث کو حلال ٹھہرا کر کفر و فسق کی راہیں اختیار کیں اور انبیاء کے لائے ہوئے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے رکھ دیا۔

20- مطلب یہ ہے کہ خیر میں اضافہ وہ لوگ کر رہے ہیں جن کے اندر ایمان' خشیت' اخلاص اور انفاق کی صفات پائی جاتی ہیں۔ وہ اپنی نیکیوں کا بھرپور صلہ پائیں گے۔ رہے یہ دنیا دار اور دنیا پرست تو یہ اسی طرح اپنی دلچسپیوں میں ڈوبے رہیں گے۔ خوش حالی کی تھپکیاں ان کو جاگنے نہیں دیں گی۔

21- یعنی اہل ایمان کے لیے دنیا میں امتحان ہے تو سخت لیکن وہ اطمینان رکھیں کہ ہم اپنی راہ میں جدوجہد کرنے والوں کو کسی ایسے امتحان میں نہیں ڈالتے جو ان کی طاقت سے زیادہ ہو۔ نیز ان کی قربانی' خواہ وہ چھوٹی ہو یا بڑی' اللہ کے ریکارڈ میں محفوظ رہے گی اور ہر شخص اس کے مطابق اپنے ایک ایک عمل کا صلہ پائے گا۔

22- یہ ذکر ان لوگوں کا ہے جو دنیا پرستی میں کھوگئے اور غفلت کے باعث رسول کے انذار سے کوئی فائدہ نہیں اٹھا رہے تھے۔ ان کی بد دماغی کا یہ حال تھا کہ نہایت تکبر کے ساتھ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا مذاق اڑاتے ہوئے اس سے اس طرح کتراتے گویا وہ کوئی افسانہ گو اور قصہ خواں ہے جس کی بات درخور اعتنا نہیں۔

23- کلام سے مراد قرآن ہے۔ استفہامیہ اسلوب میں یہ تمام باتیں بطور اظہار حسرت اور بقصد زجر و ملامت آئی ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ اگر آباؤاجداد کا حوالہ دیتے ہیں تو کیا ابراہیم اور اسماعیل علیہما السلام ان کے اجداد میں نہ تھے۔ کیا ان کی سمجھ میں یہ بات نہیں آ رہی ہے کہ رسول کے اتمام حجت کے بعد ایمان نہ لاکر انہوں نے ایک بڑے خطرے کو دعوت دی ہے۔ یہ اپنی خرد باختگی پر پردہ ڈالنے کے لیے رسول کو دیوانہ قرار دے رہے ہیں۔

24- خواہشات نفس کے مطالبے کچھ اور ہوتے ہیں اور حق کے تقاضے کچھ اور۔ اگر قرآن اور پیغمبر کی باتیں خواہشات کے مطابق ہونے لگیں تو خیر کی جگہ شر' عدل کی جگہ ظلم' نیکی کی جگہ بدی' امانت کی جگہ خیانت' توحید کی جگہ شرک اور فکر آخرت کی جگہ دنیا پرستی لے لے گی۔ ایسا ہو جائے تو اس دنیا کا سارا اخلاقی نظام درہم برہم ہو جائے گا۔

25- مطلب یہ ہے کہ اس ذہنیت کے لوگوں کو عذاب کی نشانیاں بھی کوئی نفع نہیں پہنچاتیں۔ اگر ان سے ان کی گردنوں میں ذرا خم پیدا ہوتا بھی ہے تو محض وقتی طور پر پیدا ہوتا ہے۔ ان کے ہم مشربوں کو ماضی میں عذاب میں پکڑا گیا تو نہ ان کے اندر فروتنی اور خشتگی پیدا ہوئی اور نہ وہ اپنے رب کے آگے گریہ و زاری کرتے تھے۔

26- نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے معجزات اور نشانیوں کا مطالبہ کرنے والوں کو احساس دلایا ہے کہ خدا نے تمہیں کان' آنکھ اور دل و دماغ جو عطا کیے ہیں ان کا بھی کچھ مصرف ہے۔ اگر ان صلاحیتوں سے کام لو تو خدا کا حق پہچاننا ممکن ہو جائے گا اور مرنے کے بعد اٹھنا اور جزا و سزا کا معاملہ ایک بدیہی حقیقت معلوم ہوگا۔

27- یہ مشرکین کے تضاد فکر کے بعض پہلوؤں کی نشاندہی کی ہے۔ ثابت یہ کرنا مقصود ہے کہ یہ لوگ خود اپنے مسلمات کے نہایت بدیہی لوازم سے محض اپنی خواہشوں کی پیروی میں گریز اختیار کر رہے ہیں۔

28- یعنی یہ کارخانہ کائنات قائم ہی اس وجہ سے ہے کہ اس میں ایک ہی خالق و مالک کا ارادہ کارفرما ہے۔ اگر اس میں دوسرے الہ بھی شریک ہوتے تو اس کا قیام و بقا ناممکن تھا۔ یاد رہے کہ یونانیوں اور ہندوؤں کے مذہبی عقائد میں چونکہ کائنات کا انتظام بہت سے دیوی دیوتاؤں کے ہاتھ میں ہے اس لیے وہ ان کی آپس میں خونریز جنگوں کا بھی تذکرہ کرتے ہیں۔

29- یہ دعا کے پردے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بشارت ہے کہ اب فتح و نصرت کا وقت قریب آ لگا ہے۔ یہ

بات آپ کی حیات مبارکہ ہی میں واقع ہوگی۔ کفار پر آنے والے عذاب سے اہل ایمان کو محفوظ رکھنے کا سامان آپ کے رب نے پہلے ہی سے کر لیا ہے۔

30- یعنی یہ بات وہ بڑی حسرت کے ساتھ کہنے لگا لیکن چونکہ عمل کی مہلت بس اس دنیا کی زندگی تک ہے لہٰذا اس مہلت کے ختم ہونے کے بعد ان کی یہ تمنا پوری نہ ہو سکے گی۔ ان کے آگے ایک پردہ ہوگا جو اسی دن اٹھے گا جس دن وہ حساب کتاب کے لیے اٹھائے جائیں گے۔

31- قیامت کے دن نفسی نفسی کا یہ عالم ہوگا کہ اس دن نہ کسی کا نسب کچھ کام آئے گا اور نہ وہ ایک دوسرے سے طالب مدد ہو سکیں گے۔ اس دن صرف آدمی کا عمل اس کے کام آئے گا۔ جن کے پاس عمل کی دولت ہوگی وہ کامیاب ٹھہریں گے۔

32- یہاں کفار کو وعید ہے کہ وہ وقت تمہارے لیے قریب آ چکا ہے جب تم سر پیٹو گے اور آرزوئیں کرو گے کہ کاش تمہیں دنیا میں جا کر کچھ نیکی کرنے کا موقع ملے لیکن اس وقت اس کا موقع گزر چکا ہوگا۔ اس وقت فائزالمرام ہمارے وہی بندے ہوں گے جو آج تمہیں خدا کی راہ کی دعوت دے رہے ہیں لیکن تم ان کا مذاق اڑا رہے ہو۔ غور کیجئے ان آیات کا ان غربائے مسلمین پر کیا اثر پڑا ہوگا جو اس دور میں متکبرین کا ظلم کا ہدف بنے ہوئے تھے۔ ان کے صبر و عزیمت کو رب غیور کی اس دلداری سے کتنی غذا اور قوت حاصل ہوئی ہوگی۔

33- مطلب یہ ہے کہ ظہور قیامت کو یہ لوگ جو بہت بعید چیز سمجھے ہوئے اس مغالطہ میں ہیں کہ اگر قیامت آئی بھی تو اس کے آنے میں اتنی دیر ہے کہ ابھی سے اس کی فکر میں اپنا عیش مکدر کرنے کی ضرورت نہیں ہے تو یہ مغالطہ بہت جلد دور ہو جائے گا۔

34- یعنی خدا کی ذات بلند و برتر ہے۔ اس کی شان سے یہ بات نہایت بعید ہے کہ وہ کوئی کام بے مقصد کرے اور محض کھیل تماشا کے طور پر ایک پورا جہان پیدا کر ڈالے۔ وہ کائنات کا بادشاہ حقیقی ہے۔ یہ کس طرح ممکن ہے کہ وہ اپنی رعیت کے درمیان عدل و انصاف نہ کرے۔

35- یہ دعا کے اسلوب میں اہل ایمان کے لیے فتح و نصرت کے ظہور کی بشارت ہے۔ یہ دعا گویا مغفرت و رحمت کے دروازے کی کلید ہے۔

تدبر حدیث
امین احسن اصلاحی

نظافت اور وضو کے احکام

(صحیح بخاری کی کتاب الوضو کی روایات)

باب 161 غسل الدم

باب خون کے دھونے کے بارے میں

225- حدثنا محمد بن المثنی قال حدثنا یحی عن هشام قال حدثنی فاطمه عن اسماء قالت جائت امراه الی النبی صلی الله علیه وسلم فقالت لرائیت احدانا تحیض فی الثوب کیف تصنع قال تحته ثم تقرضه بالماء و تنضحه بالماء و تصلی فیه۔

ترجمہ۔ حضرت فاطمہؓ حضرت اسماءؓ سے روایت کرتی ہیں کہ ایک عورت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا کہ حضور ارشاد ہو کہ اگر ہم میں سے کسی کو ایام ماہواری کا خون کپڑوں میں لگ جائے تو کیا کرے۔ آپ نے فرمایا کہ اس کو کھرچ ڈالے' پھر پانی ڈال کر رگڑے اور پانی سے دھو ڈالے اور اس میں نماز پڑھ لے۔

وضاحت : خاتون کے سوال کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ جواب دیا کہ اگر ماہواری کا خون کپڑے کو لگ جائے تو اس کو کھرچ کر جھاڑ دے اور کپڑے کو پانی سے دھو دے۔ مطلب یہ ہے کہ یہ کوئی بڑا اہم اور سنگین معاملہ نہیں ہے۔ پانی سے دھونے کے بعد اس کپڑے میں نماز پڑھ لے۔ خشک ہونے کا انتظار بھی ضروری نہیں۔ اس لیے کہ دھونے سے کپڑا پاک ہوگیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مشکلات اور ذمہ داریوں پر غور کیجئے کہ انہیں دنیا میں کیا کیا فرائض کس طرح انجام دینے پڑے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ باتیں نہ بتائی ہوتیں تو ان کے نہ جاننے کی وجہ سے کیا آپ سمجھتے ہیں کہ زندگی کا یہ پہلو ویسا ہی روشن ہوتا جیسا کہ اب ہے۔

226-حدثنا محمد قال اخبرنا ابو معاویه قال حدثنا هشام بن عروه عن ابیه عن عائشه قالت جائت فاطمه بنت ابی جیش الی النبی صلی الله علیه وسلم فقالت یا رسول الله صلی الله علیه وسلم انی امراه استحاض فلا اطهر افادع الصلوه فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم لا انما ذالک عرق لیس بحیض فاذا اقبلت حیضتک فدعی الصلوه فاذا ادبرت فاغسلی عنک الدم ثم صلی قال و قال ابی ثم توضای لکل صلوه

حتی یجیئی ذالک الوقت۔

ترجمہ۔ ابو حبیش کی صاحبزادی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور کہا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے خون آتا ہے اور میں پاک نہیں ہوتی۔ (مطلب یہ کہ مسلسل خون جاری رہتا ہے) تو ایسی حالت میں کیا میں نماز چھوڑ دوں۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہیں۔ یہ تو ایک رگ کی بیماری ہے اور حیض نہیں ہے۔ پس جب حیض کے دن آئیں تب تو نماز چھوڑ دیا کرو اور جب وہ دن گزر جائیں (یعنی معمول کے مطابق) تو غسل کر کے خون صاف کرو' پھر نماز پڑھو۔ کہتے ہیں کہ میرے باپ نے کہا کہ پھر ہر نماز کے لیے وضو کرتی رہو یہاں تک کہ وہ وقت آ جائے۔

وضاحت۔عرق کے معنی رگ کے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ یہ ایک رگ کی بیماری ہے جس سے خون جاری رہتا ہے۔ یہ حیض نہیں ہے۔ اس کو فقہا کی اصطلاح میں استحاضہ کہتے ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو حبیش کی صاحبزادی سے فرمایا کہ صرف اتنے دن ترک نماز کا لحاظ ہوگا جتنے دن اپنی عادت کے مطابق حیض کے محسوس کرو۔ اس کے بعد غسل کر کے نماز پڑھو۔ باقی دنوں میں جو خون آتا رہے گا وہ استحاضہ کی بیماری ہے اور حیض میں شامل نہیں ہے۔ اس روایت میں عبارت کی ایک مشکل ہے۔ وہ یہ کہ قال و قال ابی ثم توضای لکل صلوه حتی یجی ذالک الوقت (وہ کہتے ہیں کہ میرے باپ نے کہا کہ پھر ہر نماز کے لیے وضو کرتی رہو یہاں تک کہ پھر حیض کے دن آئیں)۔ اس پر سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا یہ عروہ کا فتویٰ ہے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد ہی کا حصہ ہے۔ اگر یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کا حصہ ہے تو اس کے معنی یہ ہوں گے کہ استحاضہ کی حالت میں مریضہ کو ہر نماز کے لیے نیا وضو کرنا پڑے گا لیکن اگر یہ عروہ کا فتویٰ ہے جیسا کہ الفاظ سے ظاہر ہوتا ہے۔ تو اس شکل میں یہ ایک اجتہادی مسئلہ ہے اور یہ فتویٰ دیا جا سکتا ہے کہ جب تک پہلا وضو قائم ہو تو جس طرح ایک آدمی دوبارہ نیا وضو کیے بغیر نماز پڑھ سکتا ہے اسی طرح ایک عورت بھی حالت استحاضہ میں اسی وضو سے نماز پڑھ سکتی ہے۔ توضای کے لفظ سے ذہن اس طرف جاتا ہے کہ یہ جملہ حدیث ہی کا ٹکڑا ہے۔ اگر یہ حدیث کا ٹکڑا نہیں تھا تو عروہ کو کہنا چاہیے تھا تتوضاہ یعنی عورت کو چاہیے کہ وضو کرے۔ توضای کہہ کر انہوں نے اپنے قول کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قول سے ملا دیا ہے۔ میرے نزدیک اگرچہ بات انہوں نے اس طرح کہہ دی ہے جس سے عبارت کے بارے میں یہ سوال پیدا ہوگیا ہے' لیکن فی الواقع اس بات کی کوئی دلیل نہیں ہے کہ ہر نماز کے لیے وضو کرے جبکہ ازروئے شریعت وہ پاک ہے۔ ایک بیماری کی بنیاد پر یہ پابندی کیوں عائد کر دی جائے کہ وہ وضو کے بارے میں دین کی ایک رخصت سے فائدہ نہیں اٹھا سکتی۔ اس معاملہ

میں صفائی کے نقطہ نظر سے بھی اس کی کوئی خاص اہمیت نہیں معلوم ہوتی۔ والعلم عنداللہ۔

باب 162 غسل المنی و فرکہ و غسل مایصیب من المراہ۔

باب منی کے دھونے' اس کے کھرچنے اور عورت سے جو لگ جائے اس کے دھونے کے بارے میں

227- حدثنا عبدان قال انا عبداللہ ابن المبارک قال انا عمر و بن میمون الجزری عن سلیمان بن یسار عن عائشہ قالت کنت اغسل الجنابہ من ثوب النبی صلی اللہ علیہ وسلم فیخرج الی الصلوہ و ان بقع الماء فی ثوبہ۔
ترجمہ۔ سیدہ عائشہؓ سے روایت ہے۔ وہ فرماتی ہیں کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کپڑے سے جنابت کو دھو دیتی تھی تو آپ اس کپڑے کو پہنے ہوئے نماز کے لیے نکلتے تھے حالانکہ پانی کے دھبے کپڑے پر نمایاں ہوتے تھے۔

228-حدثنا قتیبہ قال حدثنا یزید قال حدثنا عمرو عن سلیمان بن یسار قال سمعت عائشہ و حدثنا مسدد قال حدثنا عبدالواحد قال حدثنا عمرو بن میمون عن سلیمان بن یسار قال سالت عائشہ عن المنی یصیب الثوب فقالت کنت اغسل من ثوب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فیخرج الی الصلوہ و اثر الغسل فی ثوبہ بقع الماء۔
ترجمہ۔ سلیمان بن یسار کہتے ہیں کہ انہوں نے حضرت عائشہؓ سے پوچھا کہ منی کپڑے میں لگ جائے تو کیا کرے۔ انہوں نے کہا' میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کپڑے سے منی دھو ڈالتی پھر آپ نماز کے لیے نکلتے اور دھونے کے نشان یعنی پانی کے دھبے آپ کے کپڑے پر ہوتے۔
وضاحت۔ان دونوں روایتوں کا مفہوم واضح ہے۔ کپڑا جب دھو دیا گیا تو وہ پاک ہوگیا۔ اس کا خشک ہونا پاکیزگی کی شرط نہیں ہے۔ پانی کے نشانات دھونے کی جگہ پر ابھی نمایاں ہوتے تھے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے لیے چلے جاتے تھے اور کپڑے کے خشک ہونے کا انتظار نہیں کرتے تھے۔

باب 163- اذا غسل الجنابہ او غیرھا فلم یذھب اثرہ

باب اس بارے میں کہ منی وغیرہ دھوئے اور اس کا اثر نہ جائے

229- حدثنا موسی بن اسمعیل قال حدثنا عبدالواحد قال حدثنا عمرو بن میمون قال سمعت سلیمان بن یسار فی الثوب تصبہ الجنابہ قال قالت عائشہ کنت اغسلہ من ثوب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثم یخرج الی الصلوہ و اثر الغسل فیہ بقع

الماء۔
ترجمہ۔ سلیمان بن یسار سے میں نے سنا کہ کپڑے میں جب منی لگ جائے تو اس بارے میں حضرت عائشہ نے فرمایا کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کپڑے سے اس کو دھو ڈالتی' پھر آپ نماز کے لیے اس حال میں نکلتے کہ دھونے کے نشانات یا پانی کے دھبے کپڑے پر ہوتے۔

230-حدثنا عمرو بن خالد قال حدثنا زھیر قال حدثنا عمرو بن میمون بن مھران عن سلیمان بن یسار عن عائشہ انھا کانت تغسل المنی من ثوب النبی صلی اللہ علیہ وسلم ثم اراہ فیہ بقعہ او بقعا۔
ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ کہتی تھیں کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کپڑے سے منی دھو ڈالتی تھیں۔ پھر اس کا دھبہ یا کئی دھبے اس کپڑے میں دیکھ سکتی تھیں۔
وضاحت۔ان دونوں روایتوں میں بھی وہی مضمون ہے جو پچھلے باب کی روایات میں تھا۔

باب 164- ابوال الابل والدواب والغنم و مرابضھا و صلی ابو موسی فی دار البرید والسرقین والبریہ الی جنبہ فقال ھھنا و ثم سواء۔

باب اونٹوں' چوپایوں اور بکریوں کے پیشاب اور ان کے باڑوں کے بارے میں

اور یہ کہ ابوموسیٰؓ نے دارالبرید میں نماز پڑھی جہاں گوبر تھا حالانکہ صاف میدان آپ کے قریب تھا۔ لیکن آپ نے کہا کہ یہاں اور وہاں یکساں ہے۔
وضاحت۔ یہ مسئلہ سمجھنے کا ہے کہ کیا اونٹوں' گائیوں' بھینسوں اور بکریوں کے پیشاب کا اور ان کے باڑے اور باندھنے کے تھان اور ان کے گوبر کے انبار کا حکم وہی ہے جو عام نجاست کا ہے یا اس نجاست میں اور عام نجاست میں کوئی فرق ہے۔ اس کا زندگی سے بڑا اہم تعلق ہے۔ میں کسان کا بیٹا ہونے کے باوجود ایک زمانے تک اس مسئلے کی اہمیت کو نہیں سمجھ سکا تھا۔ لیکن زندگی کے اس دور میں جب مجھے خود کسان بننا پڑا تو واقعہ یہ ہے کہ میں اس کی اہمیت کو سمجھ گیا۔ اس لیے کہ میں نے دیکھا ہے کہ جب گھروں میں' گلیوں میں بکثرت جانور موجود ہوں تو احتیاط کے باوجود ایسی افتاد پیش آ جاتی ہیں کہ کپڑے جانوروں کے پیشاب اور گوبر کے چھینٹوں سے آلودہ ہو جاتے ہیں۔ جانوروں کے باڑوں میں تو ان کی غلاظت کے انبار لگے ہوتے ہیں۔ جس شخص کو انہی جگہوں میں ہر وقت رہنا پڑے اس کے لیے طہارت کے معیار اگر وہی ہوں جن کا لحاظ ہم شہروں میں کرتے ہیں تو اس کے لیے دین پر عمل بے حد مشکل ہو جائے گا۔
اس باب میں ابوموسیٰؓ کی ایک تعلیق بھی نقل کی ہے۔ دارالبرید سے مراد سرکاری ڈاک کے اڈے

ہیں جو راستے میں بنے ہوں گے۔ اس زمانے میں گھوڑے اور اونٹ ڈاک برداری میں استعمال ہوتے رہے ہیں اور دارالبرید میں ان کے باندھنے اور گھاس چارے کا انتظام رہا ہوگا۔ اس میں ان کے گوبر کے ڈھیر بھی ہوتے تھے اور زمین ان کے پیشاب سے تر رہتی تھی۔ کہتے ہیں کہ اس میں ابوموسیٰ اشعریؓ نماز پڑھ لیتے تھے اور یہ بھی نہیں کہ کوئی مجبوری تھی بلکہ سامنے ہی کھلا میدان تھا۔ اگر توجہ دلائی جاتی کہ حضرت وہاں نماز پڑھ لیجیے تو کہتے کہ یہاں اور وہاں میں کیا فرق ہے۔ حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ عام معاملات میں متشدد ہونے کی حد تک محتاط ہے لیکن جانوروں کے بول و براز کے لیے ان کے اندر وہ آزادی اور روشن خیالی تھی جس کا حوالہ امام صاحب نے اس تعلیق میں دیا ہے۔

231-حدثنا سليمان بن حرب عن حماد بن زيد عن ايوب عن ابى قلابه عن انس قال قدم اناس من عكل او عرينه فاجتو والمدينه فامر هم النبى صلى الله عليه وسلم بلقاح و ان يشربوا من ابوالها والبانها فانطلقوا فلما صحوا قتلوا راعى النبى صلى الله عليه وسلم و استاقوا النعم فجاء الخبر فى اول النهار فبعث فى اثار هم فلما ارتفع النهار جئى بهم فامر بقطع ايديهم وارجلهم و سمرت اعينهم والقوا فى الحره يستسقون فلا يسقون قال ابوقلابه فهولاء سرقوا و قتلوا وكفروا بعد ايمانهم و حار بوالله و رسوله۔

ترجمہ:۔ حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ عکل یا عرینہ قبیلوں کے کچھ لوگ مدینہ میں آئے تو انہوں نے وہاں کی آب و ہوا کو ناموافق پایا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اونٹوں کے اڈوں پر چلے جانے اور اونٹوں کے پیشاب اور دودھ پینے کا مشورہ دیا۔ وہ لوگ وہاں چلے گئے۔ جب خوب تگڑے ہوگئے تو انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چرواہے کو قتل کردیا اور اونٹوں کو بھگا لے گئے۔ علی الصبح خبر مدینہ پہنچی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے پیچھے سواروں کو بھیجا اور دن چڑھے وہ سب کو پکڑ کر لے آئے۔ آپ نے حکم دیا تو ان کے ہاتھ پاؤں کاٹ دیے گئے' ان کی آنکھوں میں گرم سلائی پھیر دی گئی اور وہ تپتی ریت میں ڈال دیے گئے۔ وہ پانی مانگتے تھے لیکن پانی نہیں پلایا گیا۔ ابوقلابہ کہتے ہیں کہ ان لوگوں نے چوری بھی کی تھی' قتل بھی کیا تھا' ایمان لانے کے بعد کفر کیا اور اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محاربہ کیا تھا۔

وضاحت۔ روایت میں عکل یا عرینہ آیا ہے یعنی راوی کو شبہ ہے۔ حالانکہ واقعہ یہ ہے کہ کچھ آدمی عکل کے تھے اور کچھ عرینہ کے۔ یہ لوگ مدینہ آکر ٹھہرے تو یہاں کی آب و ہوا موافق نہیں آئی اور وہ بیمار ہوگئے۔ ان کے پیٹ میں کچھ تکلیف پیدا ہوگئی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو حکم دیا کہ صحرا میں جہاں ہمارے اونٹوں کے اڈے ہیں وہاں چلے جائیں اور ان اونٹوں کا پیشاب اور دودھ

پئیں۔ وہاں جا کر جب وہ تندرست اور تگڑے ہوگئے تو انہوں نے سرکاری چرواہوں کو قتل کر دیا اور اونٹوں کو بھگا لے گئے۔ بعض روایات میں آتا ہے کہ انہوں نے لاشوں کا مثلہ بھی کیا تھا۔ یہ خبر جب مدینہ پہنچی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے تعاقب میں گھڑ سواروں کا ایک دستہ بھیجا۔ دن چڑھے ان کو پکڑ کر لایا گیا۔ اونٹوں کے اڈے کئی میل کے فاصلے پر تھے۔ درمیانی وقت میں وہ کچھ بھاگے بھی ہوں گے لیکن اس کے باوجود وہ فوری گرفتار ہوئے۔ اس کے برعکس آپ اپنی پولیس پر جتنا چاہے خرچ کریں لیکن اس کی آنکھوں کے سامنے دن دہاڑے ڈاکے پڑتے ہیں اور وہ بالکل بے بس معلوم ہوتی ہے۔

اونٹوں کا پیشاب اور دودھ پینے کا مشورہ کوئی تعجب کی بات نہیں ہے۔ عرب کے لوگ اونٹوں وغیرہ کا پیشاب بطور دوائی استعمال کرتے تھے۔ کہتے ہیں کہ اس میں معدے کی بعض بیماریوں کا علاج ہے چونکہ یہ وبا زدہ لوگ تھے تو آپ نے علاج کے طور پر انہیں اسی کا مشورہ دیا۔ ہمارے دیہی معاشرہ میں بھی زخموں کا علاج پیشاب وغیرہ سے کر لیتے ہیں اور اس میں کوئی کراہت محسوس نہیں کی جاتی۔ باقی رہ گئی یہ بات کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو محارب یعنی باغی کی سزا دی تو اسلامی حکومت میں اگر کوئی لاء اور آڈر کا مسئلہ پیدا کرے تو اس کی سرکوبی کے لیے اسلام نے سخت قانون دیا ہے۔ سورہ مائدہ کی آیت 33 کے تحت ایسے شخص کے ہاتھ پاؤں بے ترتیب کاٹے جا سکتے ہیں' جلا وطن بھی کیا جا سکتا ہے اور قتل بھی کیا جا سکتا ہے۔ قتل میں تمثیل یعنی عبرت انگیز طریقہ سے قتل کرنا بھی شامل ہے۔ البتہ آگ میں جلانے کے ممانعت ہے۔ رجم بھی تمثیل ہی کی ایک شکل ہے۔ یہ تردد ہو سکتا ہے کہ اس فیصلہ کے وقت کیا سورہ مائدہ کی آیت نازل ہو چکی تھی تو یہ ثابت کرنا آسان نہیں ہے لیکن اس طریقہ کے جرائم پیشہ لوگوں کے لیے زمانہ جاہلیت میں بھی سخت سزائیں تھیں۔ ہو سکتا ہے کہ سابقہ معروف کے مطابق ان کو یہ سزا دی گئی ہو اور پھر قرآن مجید نے ان کی قطعی شکل بتا دی ہو۔

یہ واقعہ ہے کہ ان لوگوں نے حرکت بہت ہی ناشائستہ کی تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تو بہت ہی چاؤ اور پیار سے انہیں صحرا میں بھیجا تھا کہ آزادی کے ساتھ رہیں اور کھائیں پئیں لیکن وہ جب ذرا تگڑے ہوگئے تو یہ سرکشی کی کہ قتل بھی کیا اور اونٹ بھی بھگا لے گئے۔ سزا میں اگر شدت ہے تو محارب کی سزا یہی ہے اور اسکے تحت شر تمثیل کی اجازت ہے۔

232-حدثنا ادم قال حدثنا شعبه اخبرنا ابوالتياح عن انس قال كان النبى صلى الله عليه وسلم يصلى قبل ان يبنى المسجد فى مرابض الغنم۔

ترجمہ:۔ حضرت انسؓ سے روایت ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مسجد کی تعمیر سے پہلے بکریوں کے باڑوں میں نماز پڑھا کرتے تھے۔

وضاحت۔ حضرت انسؓ میں یہ بات ہے کہ ایک چیز کا خاص محل ہوتا ہے لیکن وہ اس کو بیان کرتے ہیں عام صیغہ سے' گویا یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت مستمرہ تھی۔ وہ یہ فرماتے ہیں کہ مسجد کے بننے سے پہلے آپ بکریوں کے باڑوں میں نماز پڑھا کرتے تھے۔ یہ بات صحیح نہیں معلوم ہوتی اس لیے کہ مرابض غنم میں نماز پڑھنے کی علت یہ تو نہیں تھی کہ مسجد نہیں بنی تھی۔ یا جب مسجد بن گئی تو اسکے بعد بکریوں کے باڑوں میں نماز پڑھنا جائز نہیں رہا۔ مرابض غنم اور مسجد میں مقابلہ کا کوئی سوال نہیں ہے۔ مسجدیں بننے کے بعد بھی بکریوں کے باڑوں میں نماز پڑھنے کی ضرورت ہر جگہ پیش آ سکتی ہے۔ سب لوگ کوٹھیوں اور شہروں میں نہیں رہتے۔ آبادی کا بڑا حصہ رات دن بھینسوں اور بکریوں کے ریوڑ لیے پھرتا ہے اور انہیں کے ساتھ انکا اٹھنا بیٹھنا ہے۔

بات جو ہو سکتی ہے وہ یہ ہے کہ بعض مرتبہ ایسے مواقع آتے رہے ہوں گے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے نماز پڑھنے کے یہی شکل ممکن رہی ہو۔ یہ ہو سکتا ہے کہ کوئی چٹائی وغیرہ بچھا کر نماز پڑھ لیتے رہے ہوں لیکن یہ عمل ثابت نہیں ہوتا۔ چٹائی وغیرہ بچھا کر پڑھ لینے میں آخر نزاکت احساس کیوں پیدا کیجئے۔ روایت کرنے میں حضرت انسؓ نے آنحضرت کے ایک فعل کو حضور کی ایک مستقل عادت کے طور پر بیان کر دیا ہے جس سے یہ سوالات پیدا ہو گئے ہیں۔

ہمارے دیہات میں ایک تالاب تھا اور اس میں پانی اتنا ہی جمع ہوتا تھا کہ بچپن میں ہم اس میں اچھلتے تھے۔ اس میں ایک طرف سے مویشیوں کے آنے کے راستے تھے اور دوسری طرف سے بزرگوں کے آنے کے۔ لوگ اس میں نہاتے اور کپڑے دھوتے۔ میں نے دیکھا ہے کہ جانوروں کی ایک عادت مستمرہ ہے کہ جب وہ پانی پیتے ہیں تو جتنا پیتے ہیں اتنا ہی پیشاب بھی کر دیتے ہیں' پانی کی کمی نہیں ہونے دیتے۔ میں بھی اس تالاب میں نہاتا رہا ہوں۔ اس وقت تو میں نے نہیں سوچا تھا لیکن بعد میں جب یہ مسائل آئے تو میں نے خدا کا شکر ادا کیا ورنہ آج اپنے ماضی سے کتنی کراہت ہوتی۔ ماننا پڑے گا کہ یہ چیزیں مباح ہیں۔ اگر یہ نہ مانئے تو ایسے علاقوں میں جہاں پانی کمیاب ہے اور لوگوں کو تالابوں میں جمع شدہ بارش کے پانی کے استعمال پر مجبور ہونا پڑتا ہے' وضو اور غسل کے احکام پر عمل کرنے میں بڑی مشکل پیش آتی۔ ہمارے ہاں ایک بحث یہ پیدا ہو گئی ہے کہ جن جانوروں کا گوشت کھایا جاتا ہے ان کا پیشاب وغیرہ پاک ہے۔ جو گروہ ذرا متشدد ہے اس کے نزدیک یہ ناپاک ہے۔ کہنے کو تو انہوں نے ناپاک کہہ دیا لیکن یہ زندگی کے مسائل کا حل نہیں ہے۔ مجھے تو جب تک دیہی زندگی سے سابقہ نہیں پڑا تھا میں ناپاکی کا قائل تھا لیکن جب سے بھینسوں کے چھڑکاؤ سے سابقہ پڑا تو میری رائے یہی ہے کہ اس کو زیادہ اہمیت نہیں دینی چاہیے۔

باب 165- ما يقع من النجاسات فى السمن والماء وقال الزهرى لا باس فى الماء مالم يغيره طعم او ريح اولون و قال حماد لا باس بريش الميته و قال الزهرى فى عظام الموتى نحو الفيل وغيره ادركت ناسا من سلف العلماء يمتشطون بها ويدهنون فيها لا يرون به باسا و قال ابن سيرين و ابراهيم لا باس بتجاره العاج

باب اس بارے میں کہ جو نجاست گھی میں یا پانی میں پڑ جائے اس کا کیا حکم ہے

زہری کا قول یہ ہے کہ اس پانی میں کوئی خرابی نہیں ہے جب تک ذائقہ یا بو یا رنگ نہ بدلے اور حماد کہتے ہیں کہ مردار کے پر میں کوئی ناپاکی نہیں ہے۔ اور مردار جانور مثلاً ہاتھی وغیرہ کی ہڈیوں کے بارے میں زہری کا قول یہ ہے کہ انہوں نے علماء سلف میں سے بہتوں کو دیکھا کہ وہ انکی کنگھی بنا کر استعمال کرتے اور ان میں تیل رکھتے تھے۔ اور ابن سیرین اور ابراہیم نے کہا کہ ہاتھی دانت کی تجارت میں کوئی خرابی نہیں ہے۔

وضاحت۔ اس باب میں ایک چیز قابل غور ہے اور وہ ہے زہری کا یہ فتویٰ کہ اس پانی میں کوئی خرابی نہیں ہے جس کا ذائقہ' بو اور رنگ نہ بدلے۔ اس میں ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ تینوں شرطیں بیک وقت ہوں گی یا اگر ان میں سے ایک بھی پائی جائے تو پانی خراب ہو جائے گا۔ یعنی بو تو نہیں بدلی لیکن ذائقہ اور رنگ بدلا ہوا ہے یا ذائقہ نہیں بدلا لیکن رنگ و بو میں تبدیلی آ گئی ہے۔ دوسرا یہ کہ تغیر کا اعتبار نجس چیز کے پڑنے سے ہو گا یا پاک چیز بھی پڑ جائے اور رنگ اور ذائقہ بدل جائے تو اس کا اعتبار ہو گا۔ اگر پاک چیز میں بھی اس فتویٰ پر عمل ہو تب تو شربت روح افزا بھی خطرے میں پڑ جائے گا۔ پس معلوم ہوا کہ نجس چیز اگر پانی میں پڑ جائے تو اس کا لحاظ ہو گا یعنی اگر کوئی نجاست پانی میں اتنی مقدار میں پڑ گئی کہ پانی کا ذائقہ' بو اور رنگ نہیں بدلا تو کوئی حرج نہیں ہے۔ ایک بحث یہ ہے کہ کتنا پانی ہو تو لحاظ ہو گا تو میری رائے یہ ہے کہ اس کو مبہم ہی چھوڑ دیجئے۔ بس اگر کوئی نجس چیز پانی میں پڑ جائے اور رنگ و بو و ذائقہ نہ بدلے تو پھر مزید کچھ نہ پوچھئے اور ضرورت پڑے تو اس پانی کو استعمال کر لیجئے۔ بعض فقہا اس فتویٰ پر پانی کی مقدار کی شرط بھی لگاتے ہیں۔

233- حدثنا اسمعيل قال حدثنى مالک عن ابن شهاب عن عبيدالله بن عبدالله عن ابن عباس عن ميمونه ان رسول الله صلى الله عليه وسلم سئل عن فاره سقطت فى سمن فقال القوها وما حولها فاطرحوه وكلوا سمنكم۔

ترجمہ۔ حضرت میمونہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ چوہا اگر

روغن میں گر جائے تو کیا حکم ہے۔ آپ نے فرمایا کہ چوہا اور اس کے اردگرد جو گھی ہے اس کو پھینک دو اور باقی اپنے گھی کو برتو۔

وضاحت۔ جہاں تک جلد روغن کا تعلق ہے تو اس کا مسئلہ اس روایت سے صاف ہو جاتا ہے لیکن اگر روغن مائع حالت میں ہو تب کیا ہوگا۔ ظاہر ہے اس صورت میں چوہے کے اردگرد کے روغن کو باقی سے علیحدہ کرنا ممکن نہیں اس لیے یہ روغن نہیں برتا جائے گا۔ لیکن یہ پابندی صرف اس کے کھانے پر ہے لہٰذا کھانے کے علاوہ دوسری ضروریات میں یہ روغن استعمال ہو سکتا ہے۔ تھوڑی مقدار کے متعلق یہ نہیں کیا جا سکتا کہ سائنٹفک طریقہ سے اسے صاف کر کے کھانے کے قابل بنا لیا جائے البتہ اگر روغن زیادہ مقدار میں ہو تو اسے صاف کیا جا سکتا ہے اور اس کے متعلق فتویٰ بھی تبدیل ہو سکتا ہے۔

234-حدثنا علی بن عبدالله قال حدثنا معن قال حدثنا مالک عن ابن شهاب عن عبیدالله بن عبدالله بن عتبه بن مسعود عن ابن عباس عن میمونه ان النبی صلی الله علیه وسلم سئل عن فاره سقطت فی سمن فقال خذها وما حولها فاطرحوه قال معن حدثنا مالک مالا احصیه یقول عن ابن عباس عن میمونه۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ روایت کرتے ہیں ام المومنین حضرت میمونہؓ سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ چوہا اگر گھی میں گر پڑے تو کیا کریں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ چوہے کو اور اس کے آس پاس کے روغن کو پھینک دو۔ معن کہتے ہیں کہ ہم سے مالک نے یہ حدیث کئی بار بیان کی اور وہ یوں کہتے تھے کہ ابن عباسؓ نے اور انہوں نے میمونہؓ سے روایت کی۔

وضاحت۔ یہ روایت وہی ہے جو اوپر گزر چکی ہے۔ فتویٰ بھی وہی ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں دیا تھا۔

235-حدثنا احمد بن محمد قال اخبرنا عبدالله قال اخبرنا همام بن منبه عن ابی بریره عن النبی صلی الله علیه وسلم قال کل کلم یکلمه المسلم فی سبیل الله یکون یوم القیمه کهیئتها اذا طعنت تفجر دما اللون لون دم والعرف عرف المسک۔

ترجمہ۔ ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کی راہ میں جو زخم مسلمان کو لگے گا قیامت کے دن وہ اسی ہیئت میں نمایاں ہوگا جس ہیئت میں اس کو وہ زخم لگا تھا۔ خون بہہ رہا ہوگا۔ رنگ تو اس کا خون کا ہوگا اور خوشبو اس کی مشک کی خوشبو ہوگی۔

وضاحت۔ امام صاحب اس روایت کو یہاں کیوں لائے ہیں یہ بات واضح نہیں ہے۔ حدیث کے شارحین کو بھی اسکا جواب دینے میں مشکل پیش آئی ہے۔ اگر امام صاحب اس سے یہ بتانا چاہتے ہیں کہ خون

کے متعلق کیا حکم ہوگا تو ظاہر ہے کہ یہ روایت شہید کے خون کے بارے میں ہے اور اس آسمان کے نیچے شہید کے خون سے پاک چیز کوئی ہے ہی نہیں۔ اس کی نجاست کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ یہی نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں اضطراری طور پر جس گندگی سے بھی سابقہ پیش آئے گا اس سے ناپاکی لاحق نہیں ہوگی۔ مثلاً آگے روایت آ رہی ہے کہ خانہ کعبہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھتے ہوئے سجدے میں گئے تو آپ کی گردن پر کسی شقی نے اوجھ رکھ دی تو کیا آپ اس سے ناپاک ہو گئے۔ حضور کا تو معاملہ ہی اور ہے لیکن اگر کسی دوسرے نمازی کے ساتھ بھی یہی معاملہ کیا جائے کہ اسکی اور اس کی نماز کی توہین کی جائے تو یہ اس کو ناپاک نہیں کرے گی۔

اس طرح کی روایات کو حلت و حرمت اور نجاست و طہارت کے ضابطوں سے کوئی تعلق نہیں ہے لہٰذا امام صاحب کا اس روایت کو یہاں بیان کرنا مناسب نہیں تھا۔ اس روایت سے نہ تو خون کی طہارت کا حکم نکالا جا سکتا ہے نہ اس کی نجاست کا۔ یہ خون ہی دوسرا ہے بلکہ اس سے یہ کلیہ پیدا ہوتا ہے کہ ان لوگوں کے لیے جو اہل ایمان و اہل تقویٰ ہیں حالت اضطرار میں پیش آنے والی ان چیزوں میں طہارت و نجاست کا سوال پیدا نہیں ہوتا۔ وہ اس حالت میں جو کچھ بھی کریں گے وہ ان کے لیے پاک ہے، نیکی ہے، تقویٰ ہے۔

باب 166- البول فی الماء الدائم

باب تھمے ہوئے پانی میں پیشاب کرنے کے بارے میں

236-حدثنا ابوالیمان قال اخبرنا شعیب قال اخبرنا ابوالزناد ان عبدالرحمن بن هرمز الاعرج حدثه انه سمع ابا بریره انه سمع رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول نحن الاخرون السابقون و باسناده قال یا یبولن احدکم فی الماء الدائم الذی لا یجری ثم تغتسل فیه۔

ترجمہ۔ ابوہریرہ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ ہم آخری لوگ اور سبقت کر جانے والے ہیں۔ انہی اسناد کے ساتھ انہوں نے یہ بھی کہا کہ ہم میں سے کوئی شخص ایسا نہ کرے کہ تھمے ہوئے پانی میں پیشاب کرے اور پھر اس میں نہا لے۔

وضاحت۔ اس روایت میں مضمون کے دو ٹکڑے ہیں اور دونوں میں آسمان و زمین کا فرق ہے۔ نحن الاخرون السابقون (ہم آخری ہیں اور سبقت کر جانے والے ہیں) کو اس معروف روایت کی روشنی میں لیا جائے گا جس میں آتا ہے کہ امت مسلمہ اگرچہ آخری امت ہے لیکن دوسری امتوں سے سبقت کر جائے گی۔ اس بات کی عقلی توجیہ بھی ہو سکتی ہے اور یہ بھی کہ دوسری امتوں پر اس

امت کو فضیلت ہے۔ اس سے انکار کی کوئی بنیاد نہیں ہے۔ اسی سند کے ساتھ ابو ہریرہؓ سے دوسرا ٹکڑا یہ مروی ہے کہ ٹھہرے ہوئے پانی میں پیشاب کر کے کوئی شخص اس میں پھر نہائے نہیں۔ ان ٹکڑوں کی ایک ساتھ روایت کرنے کی افادیت سمجھ میں نہیں آئی۔ یہ ہو سکتا ہے کہ حضرت ابو ہریرہؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی سلسلہ میں کئی باتیں سنی ہوں اور پھر یہ بیان کیا ہو کہ آپ نے یہ بات بھی فرمائی اور وہ بات بھی۔ اس طرح انہوں نے دو انمل باتوں کو جوڑ کر یہاں روایت کر دی ہو۔ لیکن سوال یہ ہے کہ امام بخاریؒ نے دو بے جوڑ باتوں کو یہاں کیوں لیا ہے جبکہ باب کی رعایت سے ان کا تعلق روایت کے آخری ٹکڑے سے تھا۔ وہ اس کو لے لیتے اور پہلے ٹکڑے کو چھوڑ دیتے۔ ہمارے شارحین حدیث نے ان ٹکڑوں کے درمیان تعلق ثابت کرنے کے لیے جو نکتے بیان کیے ہیں میں ان کو دہرانا نہیں چاہتا اس لیے کہ اس سے ذہن میں بدگمانی پیدا ہوگی۔

ایک سوال یہ ہے کہ ٹھہرے ہوئے پانی میں پیشاب کرنے کے بعد اس میں غسل کی ممانعت کیا تہذیب' تمدن' سلیقہ اور صفائی کے جامع نصب العین کی تعلیم ہے یا فقہی اصول بیان ہوا ہے۔ جانوروں کا طریقہ یہ ہے کہ جب کسی جوہڑ یا تالاب پر آتے ہیں اور پانی پیتے ہیں تو ساتھ ہی اس میں پیشاب بھی کر دیتے ہیں۔ آنحضرت نے فرمایا کہ ایسا نہیں کرنا چاہیے کہ ماء دائم میں پیشاب کرے اور پھر اسمیں نہانا شروع کر دے تو گویا یہ بہیمیت سے نکالنے کے لیے ہے۔ اب فقہی سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر کوئی شخص ٹھہرے ہوئے پانی میں پیشاب کر دے تو کیا پانی ناپاک ہو جائے گا۔ ایسا کرنا جائز نہیں ہے اور جائز تو یہ بھی نہیں ہے کہ کوئی ماء جاری میں پیشاب کر دے۔ اگر آپ یہ کہیں کہ پانی نجس ہو جائے گا تو ساری وہ بحثیں جو پانی کی نجاست کے بارے میں ہیں ان کا لحاظ رکھنا ہوگا۔ مثلاً" ابھی آپ نے پڑھا ہے کہ مذہب یہ ہے کہ جب تک پانی کا رنگ' بو اور ذائقہ تبدیل نہیں ہوتا اس وقت تک وہ پانی پاک ہے۔ یہ بات معقول معلوم ہوتی ہے۔

پھر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ پانی کی کتنی مقدار ہو کہ جس میں نجاست مل جائے تو وہ ناپاک ہو جائے گا۔ اس بارے میں دو گروہ ہیں۔ ایک گروہ کہتا ہے کہ پانی کی مقدار قلیل ہو یا کثیر' اگر نجاست گر جائے تو پانی ناپاک ہو جائے گا۔ دوسرا گروہ کہتا ہے کہ نہیں' قلیل پانی ہوا تو ناپاک ہو جائے گا اور کثیر ہو گا تو ناپاک نہیں ہوگا۔ پھر اس کے بعد اختلاف ہو جاتا ہے کہ کثیر کی تعریف کیا ہے۔ اسمیں بڑی بحثیں ہیں۔ میری رائے یہ ہے کہ اس کا تعلق فقہ سے نہیں بلکہ عقل عام (Common sense) سے ہے۔ ہم یہ اندازہ کر سکتے ہیں کہ ایک جوہڑ ایسا ہے کہ جس میں ایک آدمی پیشاب کر دے تو ناپاک ہو جائے گا اور ایک ایسا ہے کہ ناپاک نہیں ہوگا۔ لیکن ناپاک نہ ہونے کے یہ معنی نہیں کہ جو صاحب چاہیں اس میں پیشاب کر دیں۔ اسلام یہ چاہتا ہے کہ آپ جانور نہ بنیں۔ پانی کی صفائی سے زیادہ اہم یہ ہے کہ

آدمی مہذب انسان بنے۔ اس طرح پیشاب کرنا' چاہے ماء دائم ہو یا ماء جاری' جائز نہیں ہے۔ ایسا کرنا تہذیب کے' صفائی کے اعلیٰ نصب العین کے اور انسانیت کے اعلیٰ نقطہ نظر کے بالکل منافی ہے۔

باب 167- اذا القی علی ظهر المصلی قذر او جیفه لم تفسد صلاته وکان ابن عمر اذا رای فی ثوبه دما وهو یصلی وضعه و مضی فی صلاته و قال ابن المسیب والشعبی اذا صلی و فی ثوبه دم او جنابه او لغیر القبله او تیمم فصلی ثم ادرک الماء فی وقته لا یعید

باب اس بارے میں کہ اگر نمازی کی پشت پر گندگی یا مردار ڈال دیا جائے تو اس کی نماز فاسد نہیں ہوگی۔

اور ابن عمر کا حال یہ تھا کہ اگر نماز پڑھتے ہوئے وہ اپنے کپڑے میں خون کا کوئی اثر پاتے تو کپڑے کو اتار کر رکھ دیتے لیکن نماز جاری رکھتے۔ اور ابن مسیب اور شعبی کہتے ہیں کہ جب کوئی شخص نماز پڑھ لے اور پھر کپڑے میں خون کا یا جنابت کا کوئی شائبہ پائے یا اس کی نماز غیر قبلہ میں ہو رہی تھی اور متنبہ ہوا یا یہ کہ تیمم کے ساتھ نماز پڑھی اور پھر وقت کے اندر پانی مل گیا تو اسے ان سب صورتوں میں نماز کا اعادہ کرنے کی ضرورت نہیں۔

237- حدثنا عبدان قال اخبرنی ابی عن شعبه عن ابی اسحاق عن عمرو بن میمون ان عبدالله قال بینا رسول الله صلی الله علیه وسلم ساجد ح قال وحدثنی احمد بن عثمان قال حدثنا شریح بن مسلمه قال ثنا ابراہیم بن یوسف عن ابیه عن ابی اسحاق قال حدثنی عمرو بن میمون ان عبدالله بن مسعود حدثه ان النبی صلی الله علیه وسلم کان یصلی عند البیت و ابو جهل واصحاب له جلوس اذ قال بعضهم لبعض ایکم یجئ بسلی جزور بنی فلان فیضعه علی ظهر محمد اذا سجد فانبعث اشقی القوم فجاء به فنظر حتی اذا سجد النبی صلی الله علیه وسلم وضعه علی ظهره بین کتفیه و انا انظر لا اغنی شیاء لو کانت لی منعه فجعلوا یضحکون و یحیل بعضهم علی بعض و رسول الله صلی الله علیه وسلم ساجد لا یرفع راسه حتی جاء ته فاطمه فطرحته عن ظهره فرفع راسه ثم قال اللهم علیک بقریش ثلث مرات فشق ذالک علیهم اذ دعا علیهم قال و کانوا یرون ان الدعوه فی ذالک البلد مستجابه ثم سمی اللهم علیک بابی جهل و علیک بعتبه بن ربیعه و شیبه بن ربیعه والولید بن عتبه و امیه بن خلف و عقبه بن ابی معیط و عد السابع فلم نحفظه والذی نفسی بیده لقد رایت الذین عد

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صرعی فی القلیب قلیب بدر۔

ترجمہ۔عبداللہ بن مسعود نے ہم سے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بیت اللہ کے پاس کھڑے نماز پڑھ رہے تھے اور ابوجہل اور اس کے ساتھی وہاں بیٹھے ہوئے تھے۔ ان میں سے ایک نے دوسرے سے کہا کہ ہے تم میں سے کوئی جو فلاں قبیلہ کے ہاں سے اوجھ اٹھا لائے اور جب (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) سجدہ کریں تو ان کی پیٹھ پر رکھ دے۔ اس پر ان کا سب سے زیادہ بدبخت آدمی اٹھا اور اوجھ لے آیا۔ اس نے انتظار کیا یہاں تک کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم سجدے میں گئے تو اس نے آپ کے دونوں شانوں کے درمیان پیٹھ پر اس کو ڈال دیا۔ میں دیکھتا رہا لیکن کچھ کر نہیں سکتا تھا۔ کاش میرے پاس قوت ہوتی کہ میں کچھ کر پاتا۔ وہ قہقہے لگاتے رہے اور ایک دوسرے پر گرتے رہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سجدے ہی میں پڑے رہے۔ اپنا سر نہیں اٹھایا یہاں تک کہ حضرت فاطمہؓ تشریف لائیں اور آپ کی پشت سے اوجھ کو اتارا۔ آپ نے سر اٹھایا اور دعا کی یا اللہ قریش سے تو نپٹ لے' تین مرتبہ آپ نے فرمایا۔ جب آپ نے یہ دعا کی تو ان لوگوں پر گراں گزری۔ ابن مسعودؓ نے کہا کہ وہ سمجھتے تھے کہ اس شہر میں دعا قبول ہوتی ہے۔ آپ نے نام لے کر فرمایا کہ اے اللہ تو سمجھ لے ابوجہل سے' عتبہ بن ربیعہ سے' شیبہ بن ربیعہ سے' ولید بن عتبہ سے' امیہ بن خلف اور عقبہ بن ابی معیط سے۔ عمرو بن میمون نے ساتویں شخص کا نام بھی لیا جو ہم کو یاد نہ رہا۔ ابن مسعودؓ نے کہا کہ قسم اس کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے میں نے ان لوگوں کو جن کا نام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لیا تھا کنویں میں پڑے دیکھا' بدر کے کنویں میں۔

وضاحت۔اس میں شبہ نہیں کہ یہ روایت مسلمانوں کی تاریخ کی بڑی اہم اور شاندار روایت ہے لیکن اس سے امام صاحب نے جو فقہی حکم نکالا ہے اس پر میں کیا کہوں۔ وہ کہتے ہیں کہ اس طریقہ سے اگر کسی نمازی پر گندگی لا کر ڈال دی جائے تو وہ ناپاک نہیں ہوتا۔ اس روایت کا اس مسئلہ سے کوئی تعلق نہیں۔ فرض کیجئے کہ آپ نماز پڑھ رہے ہیں اور کوئی بچہ آپ پر گندگی پھینک دیتا ہے یا کسی اور صاحب کے ہاتھ سے کوئی غلیظ چیز آپ پر گر جاتی ہے تو کیا آپ ناپاک نہیں ہوئے۔

رہ گیا یہ معاملہ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خانہ کعبہ میں نماز پڑھ رہے ہیں اور وہاں بیٹھے ہوئے اشقیا مشورت کر کے کہیں سے جانور کی اوجھ لا کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پشت پر ڈال دیتے ہیں کہ آپ کی توہین کریں تو کیا یہ اوجھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز اور عبادت کو باطل کر سکتی ہے؟' تو میرے نزدیک یوں تو حضور کی تمام نمازیں عرش معلی تک پہنچنے والی ہیں لیکن شاید سب سے زیادہ مرتبہ اسی نماز کا رہا ہوگا۔ مطلب یہ ہے کہ اس طریقہ کے ظلم اور اضطرار کی حالت میں آدمی کو جو امتحان پیش آتے ہیں وہ اس کو نجس اور ناپاک نہیں کرتے بلکہ اس کی پاکی اور بڑھ جاتی ہے۔ پاکی یا ناپاکی کا

تعلق ان چیزوں سے ہے جو اختیار کے دائرے میں ہوں۔ ان کا حکم الگ ہے۔ اس لیے امام صاحب کا اوپر والا استنباط درست نہیں ہے۔

باقی رہ گیا باب میں جو حضرت ابن عمرؓ ابن مسیب اور شعبی کے فتوے بیان ہوئے ہیں تو یہ ٹھیک ہیں۔ حضرت عمرؓ کے متعلق آیا ہے کہ ایک مرتبہ آپ کو شبہ ہوا کہ آپ کے کپڑے غلیظ ہوگئے ہیں تو آپ نہا لیے حالانکہ اس سے پہلے نماز پڑھا کر نکلے تھے لیکن آپ نے کوئی منادی نہیں کرائی کہ سب لوگ نماز دوبارہ پڑھ لیں اور یہ بات بھی روایت سے معلوم نہیں ہوتی کہ آپ نے اپنی نماز بھی دہرائی ہو۔

اسی طرح آپ نے کبھی غیر قبلہ کی طرف نماز پڑھ لی تو آپ کی نماز ہوگئی۔ بعد میں نماز دہرانے کی ضرورت نہیں۔ اگر آپ کا جی چاہتا ہے تو پڑھ لیجئے۔ علی ھذا القیاس پانی نہیں ملا اور آپ نے تیمم کرکے نماز پڑھ لی اور پھر پانی مل گیا اور وقت بھی ہے تو یہ ضروری نہیں کہ آپ اعادہ کریں۔

میرے نزدیک یہ سب فتوے درست ہیں اور عقل و نقل کے مطابق ہیں۔

باب 168- البزاق المخاط و نحوہ فی الثوب و قال عروہ عن المسور و مروان خرج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من الحدیبیہ فذکر الحدیث وما تنخم النبی صلی اللہ علیہ وسلم نخامہ الا وقعت فی کف رجل منھم فدلک بھا وجھہ وجلدہ

باب تھوک اور بلغم اور اس طرح کی چیزوں کے بارے میں جو کپڑے میں کہیں لگ جائیں

اور عروہ نے مسور اور مروان سے نقل کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب حدیبیہ سے نکلے تو آپ نے جب جب تھوکا تو لوگوں میں سے کسی نہ کسی نے اسے اپنے ہاتھ پر لیا اور اس کو منہ اور بدن پر مل لیا۔

238- حدثنا محمد بن یوسف قال حدثنا سفیان عن حمید عن انس قال بزق النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی ثوبہ قال ابوعبداللہ طولہ ابن ابی مریم قال ان یحیی بن ایوب قال حدثنی حمید قال سمعت انسا عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔

ترجمہ۔انسؓ کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے (نماز میں) اپنے کپڑے پر تھوکا۔ امام بخاری نے کہا کہ ابن ابی مریم نے اس روایت کو لمبا بیان کیا ہے۔

وضاحت۔باب میں یہ جو بیان کیا ہے کہ زمانہ حدیبیہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب تھوکا تو لوگوں میں سے کسی نہ کسی نے اپنے ہاتھ پر لیا اور چہرے اور بدن پر مل لیا۔ اسمیں راوی نے روایت

کرنے میں خاص اور عام کے فرق کو ملحوظ نہیں رکھا ہے۔ اور خاص بات کو عام صیغہ سے بیان کر دیا ہے جس سے غلط فہمی پیدا ہو سکتی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں بعض لوگ ایسے رہے ہوں گے جو ان چیزوں کے لیے اپنے اندر بڑی رغبت پاتے اور اس طرح اپنی عقیدت مندی کا اظہار کرتے رہتے۔ البتہ راوی نے اس بات کو اس کے حدود سے تجاوز کر کے بیان کر دیا ہے۔ کچھ افراد نے ایسا کیا تو انہوں نے عام مسلمانوں کا طرز عمل بتا دیا۔ کیا حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ اس طرح کرتے تھے۔ راوی نے بیان کرنے میں عموم اور خصوص کا فرق ملحوظ نہیں رکھا ہے۔ یہ میری رائے ہے۔

نماز یا مسجد میں ہوتے ہوئے اگر تھوک یا بلغم صاف کرنے کی ضرورت پیش آئے تو کسی رومال یا کپڑے میں اس کو صاف کرنے میں کوئی قباحت نہیں۔ باقی رہ گیا تھوک بلغم وغیرہ تو ان چیزوں سے ہم بھی کراہت محسوس کرتے ہیں اور ہر شخص کو کرنا چاہیے کہ یہ فطرت کا تقاضا ہے۔ اور یہ بات بھی یاد رکھنی چاہیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پاکی' صفائی اور نفاست کی تعلیم دی ہے۔

باب 169- لا یجوز الوضوء بالنبیذ ولا بالمسکر و کرھه الحسن و ابو العالیه و قال العطاء التیمم احب الی من الوضوء بالنبیذ واللبن

باب نبیذ اور نشہ آور چیزوں سے وضو کے جائز نہ ہونے کے بارے میں

اور حسن اور ابو العالیہ نے ان چیزوں سے وضو کرنا مکروہ سمجھا ہے۔ اور عطاء نے کہا کہ نبیذ اور دودھ سے وضو کرنے سے بہتر میرے نزدیک تیمم ہے۔

معلوم نہیں اس باب کے باندھنے کی ضرورت کیا تھی؟ پانی کے علاوہ کسی اور چیز سے وضوء کرنے کی اجازت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ نبیذ یہ ہے کہ کھجور اور انگور وغیرہ کو پانی میں اس وقت تک ڈالے رکھا جبتک ایک طرح کے سرور کی کیفیت اس میں پیدا نہ ہو جائے۔ پینے کے لیے تو یہ ٹھیک ہے لیکن کیا اس سے وضو کرنا چاہیے۔ ممکن ہے یہ بھی کسی کو سوجھا ہو گا۔ قرآن پاک میں واضح طور پر بیان ہوا ہے کہ فلم تجدوا ماء فتیمموا صعیدا طیبا' پانی نہ پاؤ تو تیمم کرو تو کیا لوگ اتنے بے عقل تھے کہ یہ نہ سمجھیں کہ پانی نہ ملے تو اس کی جگہ نبیذ استعمال نہیں کر سکتے۔

239-حدثنا علی بن عبدالله قال حدثنا سفیان قال عن الزهری عن ابی سلمه عن عائشه عن النبی صلی الله علیه وسلم قال کل شرب اسکر فهو حرام

ترجمہ۔ حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پینے کی ہر وہ چیز جو نشہ آور ہو حرام ہے۔

وضاحت۔ کلیہ یہی ہے کہ ہر نشہ آور چیز حرام ہے اور امام صاحب ثابت کر رہے ہیں کہ اس سے وضو کرنا جائز نہیں۔

باب 170- غسل المراہ اباها الدم عن وجهه وقال ابو العالیه امسحوا علی رجلی فانها مریضه

باب لڑکی کا اپنے باپ کے چہرے سے خون دھونے کے بارے میں

اور ابو العالیہ نے کہا میرے پاؤں پر مسح کرو کیونکہ اس میں بیماری ہے۔

لڑکی سے زیادہ کس کا حق ہو سکتا ہے کہ باپ کی پیشانی اگر خون آلودہ ہے تو وہ اس کو دھو دے۔ اس میں کسی شرعی حکم کا سوال نہیں پیدا ہوتا۔ اس پر باب باندھنے کی ضرورت تو نہ تھی۔ اگر سیدہ فاطمہؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا زخم دھویا تو یہ تاریخ کا بڑا اہم واقعہ ہے۔ دنیا کی تمام خواتین کے لیے اور لڑکیوں کے لیے یہ ایک نمونہ ہے۔ اس حوالہ سے امام صاحب یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ اعضائے وضو پر زخم وغیرہ کی صورت میں وضو میں کسی دوسرے سے مدد لی جا سکتی ہے۔

240- حدثنا محمد قال حدثنا سفیان بن عیینه عن ابی حازم سمع سهل بن سعد الساعدی و ساله الناس وما بینی و بینه احد بای شئی دوی جرح النبی صلی الله علیه وسلم فقال مابقی احد اعلم به منی کان علی یجئی بترسه فیه ماء و فاطمه تغسل عن وجهه الدم فاخذ حصیر فاحرق فحشئی به جرحه۔

ترجمہ۔ ابوحازم کہتے ہیں کہ لوگوں نے سہل بن سعد سے پوچھا اور اس وقت میرے اور ان کے درمیان کوئی اور نہیں تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زخم کا علاج کس چیز سے کیا گیا۔ سہل نے کہا کہ اب اس کا مجھ سے زیادہ جاننے والا کوئی باقی نہیں رہا۔ حضرت علیؓ اپنی ڈھال میں پانی لاتے تھے اور حضرت فاطمہؓ آپ کے چہرہ سے خون دھوتی تھیں۔ آخر ایک بوریا جلایا گیا اور وہ آپ کے زخم میں بھر دیا گیا۔

وضاحت۔ چٹائی کا ٹکڑا جلا کر زخم میں بھر دینا ایک پرانا طریقہ علاج ہے۔ یہ جنگ احد کا واقعہ ہے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو زخم لگا تھا۔

باب 171- المسواک و قال ابن عباس بت عند النبی صلی اللہ علیہ وسلم فاستن

باب مسواک کے بارے میں اور ابن عباس نے کہا کہ میں ایک رات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس رہا تو آپ نے مسواک کی۔

241- حدثنا ابوالنعمان قال حدثنا حماد بن زید عن غیلان بن جریر عن ابی بردہ عن ابیہ قال اتیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم فوجدتہ یستن بسواک بیدہ یقول اع اع والسواک فی فیہ کانہ یتھوع۔

ترجمہ۔ ابی بردہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا تو دیکھا کہ ہاتھ میں مسواک ہے اور آپ مسواک کر رہے ہیں۔ آپ نے مسواک منہ میں ڈالے اع اع کی آواز نکال گویا قے کر رہے ہیں۔

وضاحت۔ صفائی، طہارت اور نفاست کے آداب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سکھائے ہیں۔ اع اع کی آواز جو آپ نکال رہے تھے گویا حلق کو صاف کرنے کے لیے نکل رہے تھے۔ اسی کو راوی نے یوں تعبیر کیا ہے کہ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے آپ قے کر رہے ہوں۔

242- حدثنا عثمان بن ابی شیبہ قال حدثنا جریر عن منصور عن ابی وائل عن حذیفہ قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا قام من الیل یشوص فاہ بسواک۔

ترجمہ۔ حذیفہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب شب میں اٹھتے تو اپنا منہ مسواک سے صاف کرتے تھے۔

وضاحت۔ ہم مدتوں نیم اور کیکر کی مسواک کرتے رہے ہیں۔ شہروں میں یہ چیزیں، خاص کر پیلو کی مسواک بہت کم میسر ہیں اس لیے آپ برش استعمال کر سکتے ہیں۔ اصل سنت منہ کی صفائی ہے وہ مسواک سے بھی ہو سکتی ہے اور برش سے بھی۔

باب 172- دفع السواک الی الاکبر وقال عفان حدثنا صخر بن جویریہ عن نافع عن ابن عمر ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم ارانی اتسوک بسواک فجاءنی رجلان احدھما اکبر من الاخر فناولت السواک الی الاصغر منھما فقیل لی کبر فدفعتہ الی الاکبر منھما قال ابو عبداللہ اختصرہ نعیم عن ابن المبارک عن اسامہ عن نافع

عن ابن عمر

ترجمہ۔ ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں خواب میں کیا دیکھتا ہوں کہ مسواک کر رہا ہوں۔ میرے سامنے دو آدمی آئے۔ ان میں سے ایک عمر میں دوسرے سے بڑا تھا۔ میں نے مسواک چھوٹے کو دینی چاہی تو مجھے ہدایت کی گئی کہ بڑے کا لحاظ کرو تو میں نے بڑے کو دے دی۔

وضاحت۔ یہ بات سمجھ میں نہیں آئی کہ اس خواب کو یہاں بیان کرنے کا موقع کیا ہے۔ اس سے یہ نتیجہ تو نہیں نکالا جاسکتا کہ آپ مسواک کر رہے تھوں اور اگر کوئی دو آدمی کہیں کہ یہ ہمیں دے دو تو بڑے کو دیں اور چھوٹے کو نہ دیں۔ آپ کہہ سکتے ہیں کہ یہ میری مسواک ہے، آپ اپنی مسواک حاصل کریں۔ البتہ اس سے ایک کلیہ یہ نکلتا ہے کہ کوئی چیز جب دی جائے گی تو بڑے کا حق مرجح ہوگا۔ کوئی شے دینے کے بھی آداب ہیں۔ مثلاً یہ کہ آپ سیدھے ہاتھ سے دینا شروع کریں، عمر میں بڑے سے آغاز کریں۔ لیکن یہاں خواب کا واقعہ بیان ہوا ہے اور خواب تعبیر کا محتاج ہوتا ہے جو ایک مشکل فن ہے۔ معلوم ہوتا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے خواب کی تعبیر بیان نہیں کی۔

باب 173- من بات علی الوضوء

باب باوضو سونے کی فضیلت میں

243- حدثنا محمد بن مقاتل قال اخبرنا عبداللہ قال اخبرنا سفیان عن منصور عن سعد ابن عبیدہ عن البراء بن عازب قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا اتیت مضجعک فتوضاء وضوءک للصلوۃ ثم اضطجع علی شقک الایمن ثم قل اللھم اسلمت وجھی الیک وفوضت امری الیک والجات ظھری الیک رغبۃ ورھبۃ الیک لا ملجا ولا منجا منک الا الیک اللھم امنت بکتابک الذی انزلت و نبیک الذی ارسلت فان مت من لیلتک فانت علی الفطرہ و اجعلھن اخر ماتتکلم بہ قال فرددتھا علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فلما بلغت اللھم امنت بکتابک الذی انزلت ورسولک قال لا ونبیک الذی ارسلت۔

ترجمہ۔ براء بن عازب سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم سونے کا ارادہ کرو تو وضو کرو اس طرح کہ جیسا نماز کے لیے کرتے ہو۔ پھر اپنے داہنے پہلو پر لیٹ جاؤ۔ پھر یہ دعا کرو کہ اے اللہ میں نے اپنے آپ کو تیرے حوالے کیا، اپنی جان تیرے سپرد کی، اپنی کمر تجھ پر ٹیکی، رغبت کے ساتھ اور خوف کے ساتھ (یعنی میرا یہ فعل ڈر اور شوق دونوں کے ساتھ ہے) نہ کوئی پناہ

تیرے سوا ہے اور نہ کوئی نجات کی جگہ۔ میں ایمان لایا تیری کتاب پر جو تو نے اتاری اور اس نبی پر جس کو تو نے رسول بنا کر بھیجا۔ آپ نے فرمایا کہ اگر اس رات تم مرے تو تمہاری موت فطرت پر ہوگی۔ تم یہ اہتمام کرو کہ تمہاری زبان سے نکلنے والا آخری کلمہ یہی ہو۔ براء کہتے ہیں کہ میں نے اس دعا کو یاد کرنے کے لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے دہرایا۔ جب میں الفاظ امنت بکتابک الذی انزلت پر پہنچا تو میں نے اس کے بعد کہا کہ ورسولک تو آپ نے فرمایا نہیں نبیک الذی ارسلت کہو۔

وضاحت۔ یہ بڑی اہم اور بڑی مبارک روایت ہے اور اسی مبارک روایت پر امام صاحب نے کتاب الوضو کو ختم کیا ہے۔ اس میں باوضو ہو کر دعا پڑھ کر سونے کی ہدایت ہے۔ میں آپ سب لوگوں کو تلقین کرتا ہوں کہ جس کو یہ دعا یاد نہ ہو وہ اس کو یاد کرلے اور جس کو یاد ہے وہ اس پر پابندی سے عمل کرے۔ الحمد للہ مجھے یہ توفیق حاصل ہے کہ ایک مدت دراز سے میں کبھی بھی اس کے بغیر نہیں سویا۔ سونے سے پہلے زبان سے نکلنے والا آخری کلمہ یہی دعا ہو۔ چنانچہ میں اس کے علاوہ بعض دعائیں بھی پڑھتا ہوں لیکن آخری چیز یہی دعا ہوتی ہے۔

براء بن عازب کہتے ہیں کہ میں نے چاہا کہ یاد کرنے کے لیے یہ دعا میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے دہرا لوں۔ کہتے ہیں کہ میں جب امنت بکتابک الذی انزلت پر پہنچا تو اس کے بعد کہا ورسولک الذی ارسلت۔ تو آپ نے فرمایا کہ یوں نہیں بلکہ یہ کہو کہ ونبیک الذی ارسلت۔ اب اسکی بلاغت پر قربان جایئے۔ آپ نے جو اصلاح فرمائی وہ نہایت لطیف اور نہایت عمدہ ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ نبیک کی بجائے رسولک کا لفظ کہیں تو پھر مضمون میں اصولی فرق پیدا ہو جاتا ہے لیکن یہ مسئلہ یہاں اس پر بحث کا نہیں ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمائے ہوئے الفاظ کی بات ہی کچھ اور ہوتی ہے۔ راوی حضرات جب روایت کے الفاظ میں تبدیلی کر دیتے ہیں تو بات کہاں سے کہاں نکل جاتی ہے۔ دعاؤں کے بارے میں میری تحقیق یہ ہے کہ راوی حضرات بشری تقاضوں کے تحت اپنے ذوق کے مطابق روایت کر دیتے ہیں۔ اس دعا کے الفاظ میں بھی مختلف روایتوں میں قدرے تغیر ملتا ہے۔ اس صورت میں اس روایت کو لینا چاہیے جس کے الفاظ چست ہوں۔

براء بن عازب کے دعا کے الفاظ فوراً" دہرانے سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کرامؓ اس طرح کی چیزیں محفوظ کرنے کے لیے بڑا اہتمام کرتے تھے۔

(ترتیب: سید اسحاق علی)

تدبر حدیث

امین احسن اصلاحی

حسن اخلاق

(موطا امام مالک کی کتاب الجامع کی روایات)

ماجاء فی الغضب

غصے کے بارے میں روایات

حدثنی عن مالک عن ابن شہاب عن حمید بن عبدالرحمن بن عوف ان رجلا اتی الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال یا رسول اللہ علمنی کلمات اعیش بھن' ولا تکثر علی فانسی فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تغضب

ترجمہ:- حمید بن عبدالرحمن بن عوف روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا۔ اس نے کہا کہ یا رسول اللہ مجھے کچھ ایسے کلمات نصیحت فرما دیجئے کہ میں ان کی رہنمائی میں صحیح زندگی گزار سکوں۔ کلمات کچھ زیادہ نہ ہوں کہ میں بھول جاؤں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ غصہ سے باز رہو۔

وضاحت:- اس حدیث پر غور کرتے ہوئے مجھے یہ پریشانی پیش آئی کہ غصہ تو محبت' نفرت' شجاعت' وغیرہ جیسے جذبات کی طرح فطرت کا تقاضا ہے۔ یہ غیرت کا تقاضا بھی ہے اور عدل کا بھی۔ اسی کے باعث آدمی مدافعت کرتا اور اپنے دشمنوں سے انتقام لیتا ہے۔ ہیجڑا ہے وہ آدمی کہ جس کو غصہ نہ آئے۔ غصہ آنا تو فطری امر ہے پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ممانعت کس چیز کی' کی ہے۔ میرا خیال ہے کہ غصہ تو آنا چاہیے لیکن غصے سے مغلوب ہو کر کوئی غلط اقدام نہیں کرنا چاہیے۔ گویا ممانعت غصہ آنے کی نہیں بلکہ غصہ میں ایسی حرکت کرنے کی ہے جو عدل سے متجاوز ہو۔ غصہ کے دو حصے ہو سکتے ہیں۔ ایک قولی اور دوسرا عملی۔ ایک یہ کہ غصہ آیا تو اول فول بکنا شروع کر دیا۔ گالیاں دینا شروع کر دیں اور دوسرا یہ کہ پتھر مار دیا۔ ڈنڈا لگا دیا۔ یہ دونوں کام غلط ہیں۔ غصہ کے اس طرح اظہار پر قابو پانا چاہیے اور اگر ایسی غلطی ہو جائے تو جس کے ساتھ زیادتی ہوئی ہو اس سے معافی مانگنی چاہیے۔

حقیقت یہ ہے کہ آنحضرت نے اس نصیحت میں انسانوں کی ایک بہت بڑی کمزوری کی طرف توجہ دلائی ہے۔ غصے کے محرکات بہت سارے ہوتے ہیں لیکن ان کی وجہ سے حدود سے تجاوز نہیں ہوتا

چاہیے۔ آنحضرت نے غصہ پر قابو پانے کے طریقے بھی بتائے ہیں۔ مثلاً یہ کہ اگر آپ کھڑے ہیں تو بیٹھ جائیں اور اگر بیٹھے ہیں تو لیٹ جائیں۔ بہرحال ایک مسلمان کا عزم ہونا چاہیے کہ میں غصے کا ساتھ نہیں دوں گا چاہے کچھ ہو جائے۔ اگر آپ اس میں کامیاب ہوگئے تو آپ کو اپنی تربیت میں نمایاں کامیابی ہو جائے گی اور اگر ناکام ہوئے تو پھر جس سے زیادتی ہو اس سے معافی مانگئے تاکہ نفس کے زور کا کسر ہوتا رہے۔ اللہ تعالیٰ سے بھی معافی مانگتے رہنا چاہیے تاکہ وہ بھی اس زیادتی کو معاف کر دے۔

آنحضرت کے عمل سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر دین و شریعت کے ہتک کا معاملہ ہوتا تو غصہ سے آپ کا چہرہ سرخ ہو جاتا۔ آنکھوں میں سرخی آ جاتی۔ مجرموں کے ساتھ معاملہ میں آپ رواداری نہ کرتے۔ اس لیے میری رائے یہ ہے کہ شیطان صفت انسانوں کا معاملہ الگ ہے۔ ان پر خوب گرفت کرنی چاہیے کہ دین کے لیے غیرت کا یہی تقاضا ہے۔

حدثنی عن مالک عن ابن شہاب عن سعید بن المسیب عن ابی ہریرہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لیس الشدید بالصرعۃ انما الشدید الذی یملک نفسہ عند الغضب

ترجمہ:- سعید بن مسیب ابوہریرہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پہلوان وہ نہیں جو لوگوں کو پچھاڑ لینے والا ہو بلکہ پہلوان وہ ہے جو غصے کے وقت اپنے نفس پر قابو رکھ سکے۔

وضاحت:- صرعہ مبالغہ کا صیغہ ہے۔ صرعہ وہ ہے جو اپنی گھونسے بازی کی بدولت اپنے دشمن کو پچھاڑ دے اور اس کا ناطقہ بند کر دے۔ اس طرح کی پہلوانی بہادری نہیں بلکہ طاقت کی علامت ہوتی ہے۔ بہادری یہ ہے کہ جب آدمی کو زک پہنچا کر غصہ دلا دیا جائے تو وہ اس وقت بھی اپنے آپ کو قابو میں رکھے اور کوئی کام خلاف عدل نہ کرے۔ یہ قیمتی بات پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم ہی فرما سکتے ہیں۔

ماجاء فی المہاجرہ
روٹھ کر چھوڑنے کے بارے میں

حدثنی عن مالک عن ابن شہاب عن عطاء بن یزید اللیثی عن ابی ایوب الانصاری ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال: لا یحل لمسلم ان یہجر اخاہ فوق ثلاث لیال یلتقیان فیعرض ھذا ویعرض ھذا وخیرھما الذی یبدا بالسلام

ترجمہ:- حضرت ابو ایوب انصاری کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کسی مسلمان کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے بھائی سے روٹھا رہے تین دن سے زیادہ، اور ملے تو اس طرح سے

کہ یہ ادھر منہ پھیرے ہوئے ہو اور وہ ادھر۔ ان دونوں میں سے بہتر وہ ہوگا جو سلام کرنے میں پہل کرے۔

وضاحت:- روایت میں تین رات کا ذکر ہے لیکن میں نے ترجمہ تین دن کیا ہے کیونکہ رات سے مراد دن اور رات کا دورانیہ ہے۔ لفظ کا یہ استعمال ہماری زبان میں بھی ہے۔

تین دن کی مدت حکم پر عمل کے معاملہ میں سہولت کے لیے ہے۔ جب آدمی روٹھتا ہے تو راضی ہونے میں کچھ وقت تو لگتا ہے جس میں آدمی کوئی بہانہ پاتا ہے کہ غلط فہمی دور کر سکے۔ یہ اس مقصد کے لیے مہلت کی حد بتائی ہے کہ معاملہ تین دن سے بڑھنے نہ دیا جائے۔ جب ناراضی ہوتی ہے تو اس کے بعد آدمی کو یہ شرم لاحق ہو جاتی ہے کہ میں صلح کے لیے پہلے سلام کیسے کروں۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ بازی اسی کی ہوتی ہے جو پہلے سلام کر کے اپنے تعلقات کو ہموار کر لے اور اپنی انا کو آڑے نہ آنے دے۔

اس بارہ میں ایک بڑا سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جن لوگوں سے دین کے معاملے میں یا ان کے مسلک یا کردار کے معاملے میں اختلافات ہوں تو ان کے ضمن میں کیا کرے۔ محدثین کہتے ہیں کہ اہل بدعت اور اہل ضلالت اس ہدایت میں شامل نہیں ہیں۔ لفظ "اخاہ" کا تقاضا یہ ہے کہ صحیح معنوں میں مسلمان ہونا مراد ہے۔

اس معاملے میں میرے نزدیک یہ اصول مدنظر رکھنا چاہیے کہ جن لوگوں سے مسلک کا، رائے کا، عقیدے کا، نظریے کا، یا زندگی کی روش کا اختلاف ہے تو ان سے آپ سیاسی اختلاف رکھ سکتے ہیں لیکن جب ان سے ملیں تو خندہ پیشانی سے ملیں۔ دل میں آپ یہ کہہ سکتے ہیں کہ بئس ابن العشیرہ (سوسائٹی کا یہ کتنا برا آدمی ہے)۔ ملاقات کے آداب الگ ہیں اور دل کے معاملات الگ ہیں۔ بات ایسے لوگوں سے آپ معروف طریقے سے ہی کریں گے۔ وہ رخصت ہونے لگیں تو باہر تک چھوڑنے بھی جائیں گے۔ ان کی خاطرمدارات بھی کریں لیکن دل میں رہے کہ پکا شیطان ہے۔ باقی تمام مسلمانوں سے اچھی طرح دل سے ملیں۔ روٹھنے کی مدت کا تعلق اختلاف کی نوعیت سے بھی ہوتا ہے۔ غزوہ تبوک میں جو مسلمان وسائل رکھنے کے باوجود شریک نہ ہوئے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان سے قطع تعلق کی مدت کو تین ماہ تک لے گئے تھے۔ اسی طرح حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے متعلق بھی روایت ہے کہ اپنے ایک بیٹے سے کئی ماہ تک نہیں بولے۔

حدثنی عن مالک عن ابن شہاب عن انس بن مالک ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال: لا تباغضوا، ولا تحاسدوا، ولا تدابروا، وکونوا عباد اللہ اخوانا، ولا یحل لمسلم ان یہجر اخاہ فوق ثلاث لیال

ترجمہ: انس بن مالک سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک دوسرے سے بغض نہ رکھو۔ آپس میں حسد نہ کرو اور ایک دوسرے سے منہ پھیرنے کی روش اختیار نہ کرو۔ اللہ کے بندو بھائی بھائی بن کے رہو۔ کسی مسلمان کے لیے جائز نہیں کہ وہ اپنے بھائی کو تین دن سے زیادہ چھوڑے۔

وضاحت: اس روایت میں بہت سی ایسی ہدایات جمع ہو گئی ہیں جو اسلامی معاشرہ میں مسلمانوں کے باہمی تعلقات کے بارے میں رہنمائی دیتی ہیں۔ بغض اخلاق فاسدہ سے ہونا چاہیے۔ دوسرے مسلمان بھائیوں سے نہیں۔ حسد ایک اخلاقی بیماری ہے۔ کسی کے علم و عمل پر رشک کرنا تو جائز ہے لیکن حسد ایک منفی صفت ہے جس سے ہر مسلمان کو اجتناب کرنا چاہیے۔ تدابر کے معنی خود امام مالکؒ نے بیان کر دیے ہیں اور وہ میرے نزدیک صحیح ہیں۔ وہ فرماتے ہیں۔ لا احسب التدابر الا الا عراض عن اخیک المسلم' فتدبر عنه بوجهک (میرے نزدیک تدابر کا مفہوم یہ ہے کہ تم اپنے مسلمان بھائی سے اعراض کرو اور اپنا منہ اس سے پھیر لیا کرو) یہ طریقہ نہیں ہونا چاہیے کہ جہاں ملاقات ہوئی منہ پھیر کے بیٹھ رہے بلکہ السلام علیکم اور مصافحہ ہونا چاہیے۔ یہ چیز اختلافات کو خود زائل کر دیتی ہے۔

حدثنی عن مالک عن ابی الزناد عن الاعرج عن ابی ہریرہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال: ایاکم والظن فان الظن اکذب الحدیث ولا تجسسوا ولا تحسسوا' ولا تنافسوا' ولا تحاسدوا' ولا تباغضوا' ولا تدابروا وکونو عباداللہ اخوانا۔

ترجمہ: ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بچو گمان (یعنی سوء ظن) سے کیونکہ سوء ظن سب سے بڑا جھوٹ ہے اور تجسس میں اور ٹوہ میں نہ رہو' ایک دوسرے سے مقابلہ کرنے کی جدوجہد میں نہ پڑو' باہم حسد نہ کرو' ایک دوسرے سے غصہ نہ رکھو اور ایک دوسرے سے رخ نہ موڑو اور اللہ کے بندو سب بھائی بھائی بن کے رہو۔

وضاحت: حدیث میں لفظ ظن سے مراد سوء ظن ہے۔ حسن ظن رکھنے سے آدمی کسی وقت غلط فہمی میں تو پڑ سکتا ہے یا قدرے نقصان اٹھا سکتا ہے اسی لیے بعض لوگ اسے بے وقوفی قرار دیتے ہیں لیکن اس میں کوئی زیادہ حرج نہیں۔ اگر زیادہ سنگین معاملہ نہ ہو تو یہ گوارا ہے۔ اس کے برعکس سوء ظن سب سے بڑا جھوٹ بھی ہے اور سب سے بڑی بیماری بھی۔ لوگوں کے متعلق یہ خیال کر کے کہ ضرور یہ میرے خلاف سازش کرنے جا رہے ہیں حالانکہ ان کے ذہن میں یہ خیال بھی نہیں ہوتا' ظاہر ہے کہ آپ ایک بڑے جھوٹ میں مبتلا ہو گئے اور اپنے آپ کو خلجان میں بھی ڈال لیا۔ اس لیے جب تک کسی چیز کا ثبوت نہ ہو سوء ظن کرنے کا حق نہیں۔ حسن ظن ہی رکھیں اور اگر حسن ظن نہیں رکھنا چاہتے تو کم از کم سوء ظن بھی نہ رکھیں۔ یہ ضروری ہے۔

تحسس اور تجسس دونوں لفظوں کا مطلب ٹوہ میں لگنا اور جستجو میں پڑنا ہے۔ عمومی طور پر یہ ہم معنی ہیں۔ کان لگا کر سن گن لینا تحسس ہوتا ہے اور ٹوہ میں لگنا اور کھوج لگانا تجسس کہلاتا ہے۔ ممانعت بری نیت سے کسی کے عیوب اور معاملات کی ٹوہ لینے کی ہے۔ بعض لوگ ہر طرح کے معاملات میں تجسس کو غلط سمجھتے ہیں اور اسی بنیاد پر جاسوسی کے محکمہ کو بھی غلط قرار دیتے ہیں۔ اگر یہ مان لیا جائے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ جیسا خلیفہ راشد بھی ایک خطرناک آدمی ثابت ہوتا ہے۔ ممانعت غلط مقصد کے لیے جاسوسی کرنے کی ہے۔

آپ بھی تجسس کرنا چاہیں تو خیر کے لیے کر سکتے ہیں۔ مثلاً آپ کا پڑوسی گھر کا مالک موجود نہیں تو آپ معلوم کر سکتے ہیں کہ اس کے بچوں نے کچھ کھایا بھی ہے یا نہیں' کس طرح ان کی گزر اوقات ہو رہی ہے۔ یہ پڑوسی سے متعلق آپ کے فرائض میں سے ہے۔ ایسا کرنے کی ممانعت نہیں۔ لیکن ٹوہ میں لگے رہنا کہ ایک شخص کی کوئی کمزوری ہاتھ آ جائے اور آپ اس کو جلد سے جلد کہیں بیان کر کے یا اخبار میں دے کر اپنا کلیجہ ٹھنڈا کریں تو یہ کمینہ پن ہے۔ ایسا کرنے کی اجازت نہیں۔ اگر کوئی شخص ان چیزوں میں فرق نہ کرے تو بہت مشکل میں پڑ جائے گا۔

حدثنی عن مالک عن عطاء بن ابی مسلم عبداللہ الخراسانی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تصافحوا یذهب الغل' وتهادوا تحابوا وتذهب الشحناء۔

ترجمہ: عبداللہ خراسانی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مصافحہ کرتے رہو کہ یہ کینہ کو دور کرنے والی چیز ہے اور ہدیہ دیتے رہو اس سے تمہارے درمیان محبت پیدا ہو گی اور یہ چیز طبیعت کا بغض یا نفرت دور کرتی ہے۔

وضاحت: مصافحہ میں بڑی برکت ہے۔ بہت سی شکایتیں دھل جاتی ہیں۔ دل کے اندر سے کدورت نکل جاتی ہے۔ یہ چیز معاشرتی زندگی کے حسن کے لیے بہت ضروری ہے۔ اسی طرح ہدیہ بھیجنا بھی کدورت کو دور کرتا اور آپس کے تعلقات کو خوشگوار بناتا ہے۔ تحفہ بھیجنا' مصافحہ کرنا اور سلام میں سبقت کرنا یہ سب بہت بابرکت چیزیں ہیں۔

حدثنی عن مالک عن سهیل بن ابی صالح عن ابیه عن ابی ہریرہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم قال: تفتح ابواب الجنه یوم الاثنین ویوم الخمیس' فیغفر لکل عبد مسلم لا یشرک باللہ شیئا' الا رجلا کانت بینه و بین اخیه شحناء' فیقال انظروا هذین حتی یصطلحا' انظروا هذین حتی یصطلحا۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنت کے دروازے پیر کو اور جمعرات کو کھول دیے جاتے ہیں اور ہر ایسے مسلمان کو بخش دیا جاتا ہے جو کسی کو

اللہ کا شریک نہیں ٹھہراتا۔ بجز اس کے کہ جس کے اور اس کے بھائی کے درمیان کوئی کدورت یا کینہ ہو تب تو کہا جاتا ہے کہ ان دونوں کو ابھی رو کو یہاں تک کہ آپس میں صلح کر لیں۔

وضاحت۔۔ یہ روایت میری سمجھ میں نہیں آئی۔ اس کی ایک مشکل جنت کے دروازوں کا پیر اور جمعرات کو کھولا جانا ہے جبکہ یہ دن ہماری دنیاوی زندگی کے ایام ہیں۔ اللہ کے ہاں ایام ان سے مختلف ہیں اور وہ ہزار ہزار سال کے ہیں۔ پیر اور جمعرات کے دنوں میں وہ کون سی خصوصیت ہے جس کی بنا پر ان دونوں کا انتخاب کیا گیا ہے تو اس کی حکمت اللہ تعالیٰ ہی کو معلوم ہے۔ روایت کی دوسری مشکل یہ ہے کہ قرآن مجید کی روشنی میں جہاں تک اس زندگی کا تعلق ہے تو صالحین پر ان کے اعمال کے لحاظ سے اچھے اثرات اور اشقیاء پر برے اثرات ضرور مرتب ہوتے ہیں لیکن اس مرحلے میں نہ ہی جنت میں جانے کا سوال ہے اور نہ ہی مغفرت کا۔ اس کے لیے ایک خاص دن مقرر ہے جس کا اعلان ابھی ہونا باقی ہے۔ لہٰذا میرے نزدیک اس روایت میں کچھ گھپلا ہو گیا ہے۔

حدثنی مالک عن مسلم بن ابی مریم عن ابی صالح السمان عن ابی ہریرہ قال تعرض اعمال الناس کل جمعۃ مرتین یوم الاثنین و یوم الخمیس' فیغفر لکل عبد مومن الا عبدا کانت بینہ و بین اخیہ شحناء فیقال اترکوا ھذین حتی یفیئا او ارکوا ھذین حتی یفیئا

ترجمہ۔۔ حضرت ابوہریرہ کہتے ہیں کہ لوگوں کے اعمال پیش ہوتے ہیں ہر ہفتے میں دو مرتبہ پیر اور جمعرات کو۔ ہر مومن بندہ بخش دیا جاتا ہے سوائے اس شخص کے کہ اسکے اور اس کے بھائی کے درمیان کدورت ہو تو ان کے متعلق حکم ہوتا ہے کہ ان کو چھوڑو یہاں تک کہ صلح کر لیں۔

وضاحت۔۔ یہ روایت مرفوع نہیں ہے۔ پچھلی روایت مرفوع تھی لہٰذا اس کو بھی اسی پر قیاس کیا جائے گا۔ اس روایت پر جو سوالات پیدا ہوتے ہیں میں ان کا ذکر کر چکا ہوں۔ یہاں ذکر جنت کے دروازے کھولے جانے کے بجائے اعمال کے پیش ہونے کا ہے۔ یہ ہو سکتا ہے کہ ملائکہ اپنی رپورٹ دیتے ہوں اور یہ ابتدائی فیصلہ ہوتا ہو کہ فلاں آدمی صالحین میں سے ہے اور فلاں اشقیاء میں سے۔ اجزاء کی تفصیل تو قیامت کے دن ہوگی لیکن ایک اجمالی کام یہ ہوتا ہے کہ اعمال پیش ہوتے ہیں اور اس پیشی کے نتیجہ میں یہ ہوتا ہے کہ جنت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں جس کا پچھلی روایت میں ذکر ہے۔ اگر یوں توجیہ کی جائے تو یہ بات قرین قیاس ہے۔

اب رہے وہ اشخاص جن کے درمیان کچھ کدورت ہو یا قضیہ ہو تو ان کا معاملہ تصفیہ طلب رہتا ہے کہ جب تک کہ وہ آپس میں صلح نہ کر لیں۔ اگر اصلاح نہ کی تو برائی کے کھاتے میں چلے جائیں گے۔ بہرحال تفصیلی فیصلہ اور اعمال کا حتمی نتیجہ قیامت کے روز سامنے آئے گا۔ اس روایت میں لفظ جمعہ

سے پورا ہفتہ مراد لیا گیا ہے۔ اترکو اور ارکوا دونوں لفظوں کا مفہوم ایک ہی ہے یعنی چھوڑ دو' رہنے دو۔

ماجاء فی لبس الثیاب للتجمل بہا
زینت کے لیے لباس پہننے کے بارے میں

حدثنی عن مالک زید بن اسلم عن جابر بن عبداللہ الانصاری انہ قال: خرجنا مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی غزوہ بنی انمار' قال جابر: فبینا انا نازل تحت الشجرہ اذا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اقبل' فقلت یا رسول اللہ ھلم الی الظل' قال فنزل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم' فقمت الی غرارہ لنا فالتمست فیہا شیاء' فوجدت فیہا جرو قثاء فکسرتہ ثم قربتہ الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال: من این لکم ھذا؟ قال: فقلت خرجنا بہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من المدینہ' قال جابر وعندنا صاحب لنا نجھزہ یذھب یرعی' قال فجھزتہ ثم ادبر یذھب فی الظھر و علیہ بردان لہ قد خلقا' قال فنظر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الیہ فقال اما لہ ثوبان غیر ھذین؟ فقلت بلی یا رسول اللہ لہ ثوبان فی العیبہ کسوتہ ایاھما: قال فادعہ فمرہ فلیلبسھما' قال فدعوتہ فلبسھما ثم ولی یذھب' قال فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مالہ ضرب اللہ عنقہ' لیس ھذا خیرا لہ؟ قال فسمعہ الرجل' فقال یا رسول اللہ فی سبیل اللہ' فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی سبیل اللہ' قال فقتل الرجل فی سبیل اللہ۔

ترجمہ۔۔ جابر بن عبداللہ انصاری کہتے ہیں کہ ہم ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوہ بنی انمار میں نکلے۔ جابر کہتے ہیں کہ میں ایک درخت کے نیچے ٹھہرا ہوا تھا۔ اتنے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو میں نے کہا حضور سائے میں آ جایئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی وہیں اترے۔ میں نے اٹھ کر اپنے توشہ دان کا جائزہ لیا تو اس میں ایک چھوٹی سی ککڑی مل گئی۔ میں نے اس کو توڑا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کی۔ آپ نے پوچھا بھئی تمہیں یہ کہاں سے مل گئی؟ انہوں نے کہا یا رسول اللہ ہم یہ مدینہ سے لائے ہیں۔ جابر نے کہا کہ ہمارے پاس ایک ہمارا آدمی تھا جس کو ہم سواریوں کو چرانے کے لیے بھیجا کرتے تھے۔ میں نے اس کو تیار کیا۔ وہ سواری کے جانور لے کر جانے لگا تو وہ اپنے اوپر دو چادریں لیے ہوئے تھا جو پرانی ہو چکی تھیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ کیا اس کے پاس ان دو کپڑوں کے علاوہ دو چادریں

نہیں؟ میں نے کہا ہاں یا رسول اللہ گٹھڑی میں اس کے دو کپڑے اور ہیں جو میں نے اس کو پہننے کے لیے دے رکھے ہیں۔ آپ نے فرمایا اس کو بلاؤ اور کہو کہ وہ دوسرے کپڑے پہنے۔ میں نے اس کو بلایا تو اس نے وہ کپڑے پہن لیے۔ پھر وہ جانے کے لیے مڑا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ اس کی گردن مارے۔ کیا یہ حالت پہلی سے بہتر نہیں؟ اس شخص نے یہ بات سن لی اور کہا یا رسول اللہ' اللہ میری گردن اپنے راستے میں مارے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں اللہ کی راہ میں ہو۔ بعد میں وہ شخص اللہ کی راہ میں شہید ہوا۔

وضاحت۔ مزدور دو بوسیدہ چادریں باندھے ہوئے تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوا کہ اس کے پاس اچھے کپڑے بھی ہیں تو اس کو بلوایا اور دوسرے کپڑے پہننے کا حکم دیا۔ ان کپڑوں میں وہ بھلا آدمی لگا تو حضور نے اس کے لیے بہت شاندار کلمے کہے کہ خدا کے بندے اب تمہاری شکل نکلی کہ نہیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ مہذب' شائستہ اور صاف ستھرا رہنا تقویٰ کے منافی نہیں بلکہ اسلام کا تقاضا ہے۔

اس سے آدمی بھلا معلوم ہوتا ہے۔ غریبوں کو بھی اس کا خیال رکھنا چاہیے۔ ہمارے ہاں بے شمار آدمی ہیں جو اس طرح میلے بنے رہتے ہیں کہ ان کو دیکھ کر وحشت ہوتی ہے۔ لیکن ان لوگوں کے چودریوں کو احساس نہیں ہوتا کہ ان کو صاف ستھرا رہنے میں مدد دیں یا اس کی تلقین کریں۔ پس معلوم ہوا کہ شائستہ اور صاف ستھرا رہنا اللہ اور اس کے رسول کو پسند ہے اور جن لوگوں کے ہاتھ میں معاملات کی باگ ڈور ہے وہ اپنی قوم کے افراد کو مہذب بنانے کی کوشش کریں' ان کو تعلیم دیں اور ان کے لیے وسائل بھی پیدا کریں۔

ضرب اللہ عنقہ (اللہ اس کی گردن مارے) عربی میں پیار کا کلمہ ہے۔ یہ بددعا نہیں ہے۔ ہمارے ہاں بھی لوگ جب کہتے ہیں تمہاری ماں مرے تو یہ بھی پیار کا کلمہ ہوتا ہے۔ اس کا مفہوم بددعا کا نہیں ہوتا۔ آنحضرت نے بھی آدمی کی تحسین کے لیے یہ جملہ استعمال کیا کہ دیکھو پہلے کی نسبت یہ کتنا اچھا لگ رہا ہے۔ آدمی سمجھدار تھا اس نے کلمات کو لفظی معنی میں لے کر درخواست کر دی کہ یا رسول اللہ یہ بھی دعا کیجئے کہ یہ گردن اللہ کی راہ میں ماری جائے۔ دیکھئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے اس وقت جو مبارک کلمہ نکل گیا تو اللہ تعالیٰ نے اس کو حقیقت بنا دیا۔ آپ نے جو فرمایا کہ اللہ کے راستے میں گردن ماری جائے تو وہ شخص جہاد میں شریک ہوا اور شہادت کا رتبہ پایا۔

حدثنی عن مالک انہ بلغہ ان عمر بن الخطاب قال: ان لاحب ان انظر الی القاری ابیض الثیاب۔

ترجمہ:۔ امام مالک کہتے ہیں کہ ان کو یہ بات پہنچی ہے کہ حضرت عمر بن خطابؓ کہتے تھے کہ مجھے یہ بات محبوب ہے کہ میں قاری کو سفید کپڑوں میں دیکھوں۔

وضاحت۔ قاری کا لفظ عربی میں عالم دین کے لیے بولا جاتا ہے جیسے ہم مولوی صاحب کا لفظ بولتے ہیں۔ یہ خاص لفظ قرآن مجید کے عالم کے لیے ہے کیونکہ اس زمانے میں قرآن ہی تمام علوم کا مجموعہ تھا اور اسی کے علم سے آدمی کا علم تولا جاتا تھا۔ لہٰذا حضرت عمرؓ کا مدعا یہ ہے کہ مولوی صاحب کو خوش لباس ہونا چاہیے۔ ان کو سفید کپڑے پہننے چاہیں یعنی سنجیدہ لباس میں ہونا چاہیے اور فیشن سے اجتناب کرنا چاہیے۔

اس روایت سے یہ بات معلوم ہوئی کہ خلیفہ وقت کو قوم کے مزاج کا علم ہوتا ہے اور تمام پہلوؤں پر اس کی نظر ہوتی ہے۔ وہ برابر ہر طبقے کی رہنمائی کرتا رہتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ایرانی سپہ سالار رستم کہا کرتا تھا کہ یہ عمر تو میرا کلیجہ کھا گیا یہ کتوں کو آداب سکھا رہا ہے۔ یہ واقعہ ہے کہ عربوں کو دنیا کی قیادت کے لیے تیار کرنے کا جن لوگوں نے کام کیا ان میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ کر سب سے شاندار رول سیدنا عمرؓ کا ہے۔

حدثنی عن مالک عن ایوب بن ابی تمیمہ عن ابن سیرین قال قال عمر بن الخطاب اذا اوسع اللہ علیکم فا سعوا علی انفسکم جمع رجل علیہ ثیابہ۔

ترجمہ:۔ ابن سیرین کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ تم کو وسعت بخشے تو تم بھی اپنے اوپر وسعت کرو۔ ایک شخص نے اپنے کپڑوں پر پیوند لگا رکھے تھے۔

وضاحت۔ حضرت عمرؓ کے متعلق آیا ہے کہ ان کے کپڑوں میں چھ چھ پیوند لگے رہتے تھے حالانکہ وہ وقت کے خلیفہ تھے۔ ذاتی حیثیت میں وہ غریب آدمی نہ تھے اور اتنا ذی صلاحیت آدمی اتنا غریب ہو بھی کیسے سکتا ہے۔ لیکن جب وہ خلیفہ تھے تو اتنی خستہ حالت میں کیوں رہتے تھے جب کہ ان کا مسلک یہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ نے فراخی عطا کی ہے تو اپنے نفس کے لیے بھی فراخی ہونی چاہیے۔ دراصل یہ دوسرا شعبہ ہے۔ ایک وہ شخص ہوتا ہے جو دوسروں کے لیے نمونہ ہوتا ہے تو اس کے لیے بہرحال وہ معیار ہونا چاہیے جس کی غریب سے غریب آدمی بھی تقلید کر سکے۔ لہٰذا حضرت عمر کا اپنا عمل عوام کے ایک لیڈر کی حیثیت سے ہے۔ ہمارا عمل اس سے الگ ہونا چاہیے۔ صاف ستھرے کپڑے پہننے چاہئیں تاکہ آدمی حقیر نہ معلوم ہو۔ اس کے لباس کا دوسروں پر اچھا اثر پڑے۔ لوگ اس کی صحبت سے وحشت زدہ نہ ہوں بلکہ پسند کریں۔

ما جاء فی لبس الثیاب المصبغہ والذھب

رنگ دار کپڑے اور سونا پہننے کے بارے میں

حدثنی عن مالک عن نافع ان عبداللہ بن عمر کان یلبس الثوب المصبوغ بالمشق

والثوب المصبوغ بالزعفران۔

ترجمہ۔ نافع روایت کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر گیروے رنگے ہوئے اور زعفران سے رنگے ہوئے کپڑے پہنا کرتے تھے۔

وضاحت۔ مشق، گیروا یا میلا رنگ جو جوگیوں اور صوفیوں کا ہے۔ یہ رنگ بہت باوقار ہے۔ یہ ایک قدرتی رنگ ہے۔ بعض علاقوں میں اس رنگ کی روئی بھی پیدا ہوتی ہے۔ اس طرح کے کپڑے مصنوعی رنگ میں بھی ملتے ہیں۔ زعفران کے متعلق روایات میں اختلاف ہے۔ ہلکے رنگ میں تو کوئی قباحت نہیں لیکن گہرا ہو تو اس پر زنانہ پن غالب آ جاتا ہے۔ میرا خیال ہے کہ جن روایات سے لوگ اس کے خلاف دلیل لائے ہیں وہ احرام سے متعلق ہیں۔ احرام میں چونکہ زعفران رنگ جائز نہیں اس لیے اس کو لوگوں نے ناجائز قرار دے دیا۔ عبداللہ بن عمرؓ بڑے محتاط آدمی ہیں۔ وہ اگر زعفران سے رنگا ہوا کپڑا پہنتے تھے تو اس کے جائز ہونے میں کلام نہیں۔ ہلکا زعفرانی رنگ بہت اچھا اور خوشگوار ہوتا ہے۔

قال یحیی وسمعت مالکایقول: و انا اکرہ ان یلبس الغلمان شیا من الذھب لانہ بلغنی ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہی عن تختم الذھب فانا اکرھہ للرجال الکبیر منہم والصغیر۔

ترجمہ۔ یحیٰ کہتے ہیں کہ میں نے مالک کو کہتے سنا کہ میں مکروہ سمجھتا ہوں کہ لڑکے سونے کی کوئی چیز پہنیں کیوں کہ مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سونے کی انگوٹھی پہننے سے روکا ہے تو میں بڑے اور چھوٹے کے لیے اس کو مکروہ سمجھتا ہوں۔

وضاحت۔ امام صاحب کا یہ فتویٰ ٹھیک ہے۔ سونے کی کوئی چیز پہننا کسی مہذب آدمی کے لیے درست نہیں۔ لیکن اس زمانے میں لوگ فخریہ زیور استعمال کرتے ہیں جو بے حد ناپسندیدہ رواج ہے۔

قال یحیی و سمعت مالکا یقول: فی الملاحف المعصفرہ فی البیوت للرجال، و فی الافنیہ قال لا اعلم من ذالک شیا حراما و غیر ذالک من اللباس احب الی۔

ترجمہ۔ یحیٰ کہتے ہیں کہ میں نے مالک سے سنا۔ وہ کہتے تھے کہ وہ زردگوں لحاف جو گھروں میں مردوں کے لیے اور صحنوں میں رکھے ہوتے ہیں اس میں کسی چیز کو حرام تو نہیں کہتا لیکن پسندیدہ یہی ہے کہ اس کے علاوہ ہو۔

وضاحت۔ لحاف وغیرہ اور کمبل عام طور پر رنگین اور اکثر ریشمی ہوتے ہیں۔ امام مالک کے نزدیک ان سے اجتناب بہتر ہے اگرچہ ان کا استعمال حرام نہیں۔

ماجاء فی لبس الخز

ریشم پہننے کے بارے میں

حدثنی مالک عن ہشام بن عروہ عن ابیہ عن عائشہ زوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہا کست عبداللہ بن الزبیر مطرف خز کانت عائشہ تلبسہ۔

ترجمہ۔ ہشام اپنے باپ عروہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ نے ایک ریشمی مطرف عبداللہ بن زبیر کو پہنایا جو حضرت عائشہ پہنتی تھیں۔

وضاحت۔ مطرف سے مراد وہ اونی کپڑا ہے جس کا تانا ریشم کا اور بانا اون کا ہوتا ہے۔ اگر پورے کا پورا ریشم ہو تو پھر سوال پیدا ہو جاتا ہے۔ کیونکہ ریشم کا پہننا مردوں کے لیے بالاتفاق جائز نہیں لیکن اگر کسی اور چیز میں ریشم ملا ہوا ہو تو احتیاط کرنی چاہیے۔ اگرچہ اس کو حرام نہیں کہہ سکتے۔

مایکرہ للنساء لبسہ من الثیاب

عورتوں کے لیے کون سا کپڑا پہننا مکروہ ہے۔

حدثنی عن مالک عن علقمہ بن ابی علقمہ عن امہ انہا قالت دخلت حفصہ بنت عبدالرحمن علی عائشہ زوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم و علی حفصہ خمار رقیق فشقتہ عائشہ و کسنہا خمارا کثیفا۔

ترجمہ۔ علقمہ بن ابی علقمہ کی والدہ بیان کرتی ہیں کہ حفصہ بنت عبدالرحمٰن حضرت عائشہ کے پاس گئیں تو حفصہ نے اپنے اوپر ایک باریک اوڑھنی لے رکھی تھی۔ تو حضرت عائشہ نے اس کو پھاڑ کر پھینک دیا اور ان کو ایک موٹی اوڑھنی پہنا دی۔

وضاحت۔ حضرت عائشہ کے اس عمل سے معلوم ہوا کہ عورت کو سر ڈھانپنا بھی چاہیے اور دوپٹہ دبیز بھی ہو۔ اگر باریک اوڑھنی ہوا سے اڑ جائے تو اس پہناوے کا کیا فائدہ؟ آج کل کے دوپٹے تو محض تہمت ہی ہیں۔ عورتیں سر سے زیادہ ان کو گلے میں پہنتی ہیں۔ دین میں ان کی کوئی حیثیت نہیں۔

حدثنی عن مالک عن مسلم بن ابی مریم عن ابی صالح عن ابی ہریرہ انہ قال: نساء کاسیات عاریات مائلات ممیلات لا یدخلن الجنہ ولا یجدن ریحہا و ریحہا یوجد من مسیرہ خمسمائہ عام۔

ترجمہ۔ حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ عورتیں کپڑے پہنے ہوئے بھی عریاں، مٹکنے مٹکانے والی جنت میں داخل نہیں ہوں گی اور اس کی خوشبو بھی نہیں سونگھیں گی اگرچہ اس کی خوشبو پانچ سو سال

کی مسافت پر محسوس ہوگی۔

وضاحت۔ کاسیات عاریات کا مطلب جامے کے اندر پاجامے سے باہر ہے۔ وہ لباس پہنے ہوئے بھی عریاں نظر آتی ہیں اور ان کا انگ انگ دیکھا جا سکتا ہے۔ مائلات کے معنی حق سے منحرف کے کیے گئے ہیں۔ لھذا مائلات ممیلات سے مراد یہ ہوگی کہ خود بھی سیدھی راہ سے ہٹی ہوتی ہیں اور خاوند کو بھی ہٹاتی ہیں۔ میرے نزدیک یہ معنی صحیح نہیں۔ اصل میں مراد ہے مٹکنے مٹکانے والی یعنی وہ گردن اور جسم کو مٹکاتی ہوئی چلتی ہیں اور دوسروں کو اپنی جانب متوجہ کرتی ہیں۔ ایسی عورتیں جنت کی خوشبو بھی نہ سونگھ پا سکیں گی۔ پانچ سو سال کی مسافت تعبیر ہے ایک طویل فاصلہ کی۔ یہ روایت ابوہریرہؓ سے ہے جب کہ اس کے تیور ایسے ہیں کہ یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہوگا۔ بعض راویوں نے اس کو مرفوع بیان کیا ہے۔

حدثنی عن مالک عن یحی بن سعید عن ابن شہاب ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قام من اللیل فنظر فی افق السماء فقال: ماذا فتح اللیلہ من الخزائن و ماذا وقع من الفتن کم من کاسیہ فی الدنیا عاریہ یوم القیامہ ایقظوا صواحب الحجر۔

ترجمہ۔ ابن شہاب سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک رات اٹھے۔ آسمان کی طرف نگاہ اٹھائی تو زبان سے یہ کلمہ نکلا۔ سبحان اللہ آج کی رات کیا کیا خزانے کھولے گئے ہیں اور کیا کیا فتنے واقع ہوئے ہیں۔ کتنی ہی جامہ پوش جو دنیا میں ہیں وہ قیامت کے روز عریاں ہوں گی۔ ان کوٹھڑی والیوں کو جگاؤ کہ (اللہ کو یاد کریں)۔

وضاحت۔ یہ ایک حقیقت بیان ہوئی ہے لیکن اس کو دیکھنے کے لیے چشم بصیرت چاہیے کہ ہر وقت خزانوں کی بھی بارش ہوتی رہتی ہے اور لوٹنے والے ان کو لوٹ لیتے ہیں اور فتنے بھی برپا ہوتے رہتے ہیں اور ان کے رسیا ان کو بھی لوٹ لیتے ہیں۔ یہی راتیں تو ہوتی ہیں جن میں شب بیداری کرنے والے نہ جانے کتنے خزانے پاتے ہیں اور یہی راتیں ہوتی ہیں جن میں لوگوں کی کارستانیوں کی خبریں ہر صبح اخباروں میں آتی ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی کے بارے میں اپنا تأثر بیان فرمایا۔ دوسری بات جس کی طرف آنحضرت نے توجہ دلائی یہ ہے کہ لباس کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ جسم کی جو چیزیں چھپانے کی ہیں ان کو چھپایا جائے۔ موجودہ زمانے کا فیشن یہ ہے کہ جو چیز چھپانے کی ہے اس کو زیادہ سے زیادہ نمایاں کرنے کے لیے لباس تراشا اور پہنا جاتا ہے۔ اس وقت تمام ممالک میں یہی مذاق اور فیشن بن چکا ہے۔ قیامت کے دن یہ لباس عریانی قرار پائے گا۔ پچھلی روایت اس دنیا سے متعلق تھی اور یہ روایت قیامت سے متعلق ہے۔ صواحب الحجر سے ازواج مطہرات کی طرف اشارہ ہے کہ وہ جاگیں اور نیکی کے خزانے لوٹیں۔

ماجاء فی اسبال الرجل ثوبہ

مرد کے اپنے کپڑے ڈھیلے رکھنے کے بارے میں

حدثنی عن مالک عن عبداللہ بن دینار عن عبداللہ بن عمر ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال: الذی یجر ثوبہ خیلاء لا ینظر اللہ الیہ یوم القیامہ۔

ترجمہ۔ عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اپنی تہمد غرور سے گھسیٹتا ہوا چلے گا تو اللہ تعالیٰ اس کی طرف قیامت کے دن نگاہ نہیں کریں گے۔

وضاحت۔ عرب میں غنڈوں کا طریقہ تھا کہ وہ ریشمی تہمد پہنتے اور اس کو زمین پر گھسیٹتے ہوئے چلتے تھے۔ میں نے اپنے دیہاتوں اور شہروں میں بھی دیکھا ہے کہ بانکے اور چھیلے لوگ تہمد گھسیٹتے ہوئے چلتے ہیں۔ یہ غرور کی نشانی ہے۔ عام لوگوں میں اگر کسی کی تہمد ڈھیلی رہ جائے تو وہ خیلاء یعنی غرور میں داخل نہیں۔ جو لوگ غرور سے چلیں گے تو خدا ان کی طرف نگاہ نہیں کرے گا یعنی توجہ یا التفات نہیں کرے گا۔ آخرت میں کامیابی کا انحصار اللہ کی عنایت پر ہوگا لھذا جس کی طرف اللہ تعالیٰ کی عنایت ہی نہیں ہوگی تو اس کی بدبختی میں کوئی شبہ ہی نہیں ہو سکتا۔ اس روایت میں اصل چیز خیلاء ہے یعنی غرور و استکبار۔ یہ جس شکل میں بھی ہو اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں۔ قرآن مجید سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ شرک ہے۔ اس لیے کہ کبریائی صرف اللہ تعالیٰ کی شان ہے۔ کسی مخلوق کو کوئی حق نہیں کہ اس میں کبریائی ہو۔ اگر کوئی اللہ کی کبریائی میں شریک ہوتا ہے تو وہ شرک کا مرتکب ہوتا ہے۔

بعض مواقع ہوتے ہیں کہ ایک ڈھب کی چال ان میں جائز ہوتی ہے۔ مثلاً جہاں اسلام کی شان و شوکت کو نمایاں کرنا ہو۔ کسی غزوہ کے دن آنحضرت نے ایک سپاہی کو دیکھا کہ بہت اکڑے ہوئے نکلے اور ھل من مبارز (ہے کوئی مقابلہ کرنے والا) کا نعرہ لگایا۔ آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کو یہ چال بہت ناپسند ہے لیکن آج کے دن یہ محبوب ہے۔ معلوم ہوا کہ اہل کفر کے مقابلے میں قوت اور شان کا مظاہرہ کیا جا سکتا ہے۔ یہ مستثنیٰ ہے۔

حدثنی عن مالک عن ابی الزناد عن الاعرج عن ابی ہریرہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال: لا ینظر اللہ تبارک و تعالی یوم القیامہ الی من یجر ازارہ بطرا۔

ترجمہ۔ حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اس شخص کی طرف نہیں دیکھے گا جو اپنا تہمد غرور سے گھسیٹتا ہوا چلتا ہے۔

حدثنی عن مالک بن نافع و عبداللہ بن دینار وزید بن اسلم کلھم یخبرہ عن عبداللہ بن عمر ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال: لا ینظر اللہ یوم القیامہ الی من یجر

ثوبه خيلاء

ترجمہ:- عبداللہ بن عمر سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نگاہ نہیں کرے گا قیامت کے روز ان لوگوں کی طرف جو اپنا تہمد گھسیٹتے ہوئے چلتے ہیں۔

وحدثنی عن مالک عن العلاء بن عبدالرحمن عن ابیه انه قال: سالت ابا سعید الخدری عن الازار' فقال انا اخبرک بعلم سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول: ازار المومن الی انصاف ساقیه لا جناح علیه فیما بینه و بین الکعبین ما اسفل من ذالک ففی النار' ما اسفل من ذالک ففی النار' لا ینظر الله یوم القیامه الی من جر ازاره بطرا۔

ترجمہ:- علاء بن عبدالرحمٰن اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے ابوسعید خدری سے تہمد کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے کہا کہ ہاں میں تم کو علم کی روشنی میں خبر دیتا ہوں۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے کہ مومن کو تہمد نصف ساق تک پہننے میں کوئی گناہ نہیں۔ نصف ساق اور ٹخنوں کے بین بین جائز ہے۔ اور اس سے نیچے جو ہے وہ آگ میں ہے۔ اللہ تعالیٰ اس شخص کی طرف نگاہ نہیں کرے گا جو اپنا تہمد غرور سے گھسیٹتا ہوا چلتا ہے۔

وضاحت:- یہ تمام روایات ایک ہی مضمون کی حامل ہیں۔ ان میں صرف سند اور الفاظ کا فرق ہے۔ آخری روایت میں تہمد کے طول کی حد بندی ہوگئی ہے۔ گویا اصل میں ٹخنے تک کی حد ہے۔ کپڑا اس سے نیچے نہیں ہونا چاہیے۔ پاجامے اور شلوار کے متعلق بھی یہی حکم ہے۔

(ترتیب: سعید احمد)

مقالات

خالد مسعود

مدینہ کو دارالہجرت بنانے کے اسباب و احوال

ہم اوپر بیان کر چکے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کے مکی دور میں اہل کتاب بالعموم اور یہود بالخصوص درپردہ رہ کر قریش کو اسلام کی دعوت کے مقابلہ کے گر بتاتے رہے۔ اگر کبھی خود سامنے آئے بھی تو سوالات اور اعتراضات پیش کر کے یہ ثابت کرنا چاہا کہ نئی نبوت کا دعویٰ کسی بنیاد پر قائم نہیں اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) میں وہ علامات نہیں پائی جاتیں جو آسمانی صحیفوں کی رو سے اللہ کے رسولوں میں پائی جانی ضروری ہیں۔ نیز یہ کہ آسمانی دین کے اصل حامل کی حیثیت سے ان کی پہلی پوزیشن علیٰ حالہ قائم ہے۔ وہ بدستور اللہ تعالیٰ کی برگزیدہ قوم کو طور پر لوگوں کی ہدایت پر مامور ہیں۔ انہی کے پاس وہ آسمانی شریعت ہے جس کی روشنی میں لوگوں کے درمیان معاملات کے صحیح فیصلے کیے جا سکتے ہیں۔ آنحضرتؐ کی تعلیم میں یہ بات تسلیم کی گئی تھی کہ اہل کتاب ماضی میں یقیناً آسمانی شریعت کے حامل رہے ہیں لیکن اس وقت ان کے معتقدات اور طور طریقے آسمانی دین کے منافی ہیں۔ حقیقت میں وہ ان ذمہ داریوں کو ادا کرنے میں ناکام رہے ہیں جو ان پر شریعت کے نفاذ کے لیے ڈالی گئی تھیں اور جن کے باب میں ان سے پرسش ہونے والی ہے۔ آنحضرتؐ نے اپنی دعوت کو خالص دین توحید کا تسلسل قرار دیا اور یہود و نصاریٰ دونوں پر یہ واضح کیا کہ وہ اپنی کتابوں کے ذریعے پہلے سے آئندہ زمانہ میں ایک عظیم المرتبت رسول کی بعثت کا علم رکھتے ہیں اور وہ اپنے رسولوں سے یہ عہد بھی کر چکے ہیں کہ جب وہ رسول مبعوث ہوں گے تو یہ ان پر ایمان لائیں گے اور ان کے مشن کی تکمیل میں ان کی معاونت کریں گے۔ لہٰذا اس وقت اگر اہل کتاب اسلام کی دعوت کے خلاف محاذ آرائی کریں گے تو یہ اس عہد کی خلاف ورزی کے مرتکب ٹھہریں گے۔

مکہ میں اہل کتاب قرآن مجید کے اصل مخاطب نہیں تھے۔ قرآن کا خطاب وہاں مشرکین عرب اور بالخصوص قریش سے تھا جو اہل عرب کے سردار تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت کے بعد صورت حال بدل گئی۔ دعوت کے اسلوب میں بڑی تبدیلیاں آئیں اور اہل کتاب سے راست خطاب بھی ہوا۔ خود اہل ایمان کی ضروریات اب مختلف تھیں اور ان کی ذمہ داریوں کی نوعیت بدل گئی تھی۔ اس ہمہ پہلو تبدیلی کو سمجھنے کے لیے مدینہ منورہ' جو اس وقت یثرب کہلاتا تھا' کے اس زمانہ کے حالات سے واقف ہونا ضروری ہے۔

ہجرت کے وقت کا یثرب:

یثرب کی بستی عربوں کے دو بڑے قبیلوں اوس اور خزرج پر مشتمل تھی۔ اس میں یہودیوں کو بڑا اہم مقام حاصل تھا۔ اس کے نواح میں ان کے تین قبائل بنو نضیر' بنو قریظہ اور بنو قینقاع کی اپنی بستیاں تھیں اور وہ بڑے اثر و رسوخ کے مالک تھے اور بنو نضیر اور بنو قریظہ کا نسب حضرت ہارون علیہ السلام سے جا ملتا تھا۔ دوسرے الفاظ میں یہ حقیقی بنی اسرائیل تھے اور اس طرح یہ کاہنوں' یعنی علمائے تورات اور مفتیان یہود کے قبیلے تھے۔ نسب کے لحاظ سے بنو نضیر کو بنو قریظہ پر فوقیت حاصل تھی اور قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی برتر حیثیت کا اعتراف وادی القریٰ' فدک اور خیبر کے یہود کو بھی تھا' جن کی بستیاں یثرب سے شمال کو چند دنوں کی مسافت پر تھیں۔

یثرب کے یہ یہود قبائل بنی اسرائیل ہونے کے سبب سے اس علاقہ کے اصلی باشندے نہ تھے بلکہ فلسطین کی طرف سے نقل مکانی کر کے آئے تھے۔ وہاں کے حالات جب ان کے موافق نہیں رہے تو انہوں نے مختلف علاقوں کا رخ کیا۔ ان میں سے جو لوگ جزیرہ نمائے عرب میں داخل ہوئے وہ اس کے زرخیز خطوں میں بس گئے اور یثرب بھی ایک نہایت زرخیز علاقہ تھا۔ یہود اپنے مرکز سے تتر بتر ہو کر دنیا میں جس طرح پھیلے ہیں اس کو وہ آج اپنی قومی خصوصیت بتاتے اور اسے مہاجرت (Diaspora) سے تعبیر کرتے ہیں۔ اس قومی خصوصیت کے ذکر سے وہ اپنی مظلومیت اور اپنے مخالفوں کی چیرہ دستیوں کا ڈھنڈورا پیٹنا چاہتے ہیں جبکہ دوسری اقوام اس رائے کا برملا اظہار کرتی ہیں کہ جس قوم نے بھی اس گروہ کو پناہ دی اسی کو انہوں نے اپنی سازشوں کو نشانہ بنا کر اس کو بے حد نقصان پہنچایا۔ قرآن مجید یہود کی اس قومی خصوصیت کا تذکرہ بالکل دوسرے انداز میں کرتا ہے جس سے اقوام عالم کی یہود کے بارے میں رائے کی تائید نکلتی ہے۔ قرآن نے یہود کی تاریخ کا حوالہ دیتے اور ان کی نافرمانیوں اور حکم عدولیوں کا ذکر کرتے ہوئے بیان کیا ہے کہ قطعنا هم فی الارض امما (ہم نے ان کو گروہ گروہ کر کے زمین میں منتشر کر دیا) مطلب یہ ہوا کہ یکجا ہونے کا انہیں موقع ملتا تو ان کی تعدیاں اور شرارتیں بے حد بڑھ جاتیں۔ ان کی سرکشی کی سزا کے طور پر اللہ تعالیٰ نے ان کی جمعیت ختم کر دی اور یہ اس وقت تک ختم رہے گی جب تک اللہ تعالیٰ پھر سے ان کو آزمانے کا فیصلہ نہ فرمائے۔

جہاں تک یثرب کی مرکزی بستی کا تعلق ہے اس میں دو بڑے قبیلے اوس اور خزرج آباد تھے۔ ان دونوں کا جد اعلیٰ ایک ہی تھا۔ یہ عربی النسل اور عقیدہ کے اعتبار سے دوسرے مشرکین عرب کے ہمنوا تھے۔ مورخین کے بیان کے مطابق ان کے آباء و اجداد یمن سے نقل مکانی کر کے یثرب کے علاقہ میں آباد ہوئے تھے۔ یہود کے ساتھ رہتے رہتے ان کی قومی زندگی کئی اعتبارات سے متاثر ہوئی۔ ایک تو انہیں یہود کے تصور توحید و آخرت سے آگاہی ہوئی۔ وہ آخرت کے حساب کتاب' جزا و سزا اور تقدیر

کے مسائل سے قدرے شناسا ہوگئے۔ مشرکانہ عقائد کے باوجود اہل یثرب میں بت پرستی کا چرچا بے حد کم تھا۔ دوسرے' اوس و خزرج کے بعض خانوادوں کے کچھ افراد نے یہودیت کو بطور مذہب اختیار کر لیا۔ یہودی نظام اجتماعیت میں اصلی و نسلی یہودی صرف بنی اسرائیل ہوتے ہیں اور انہی کے اعلیٰ و برتر حقوق بھی ہوتے ہیں تاہم دوسرے لوگ بطور مذہب یہودیت کو اختیار کر سکتے ہیں۔ یہی دوسری پوزیشن اوس و خزرج کے اندر کے یہودیوں کی تھی۔ تاہم قبائلی معاشرہ میں عرب دستور کے مطابق اپنے اپنے قبیلہ میں ان یہودیوں کے حقوق محفوظ تھے اور یہ اپنی اجتماعی ذمہ داریوں کے ادا کرنے میں بھی اپنے قبیلوں کے فیصلوں پر عمل درآمد میں حصہ دار تھے۔ تیسرے' یہود اپنی سازشی فطرت کے مطابق اپنے ان پڑوسی قبائل کو نقصان پہنچانے سے دریغ نہ کرتے۔ مورخین کے مطابق اوس و خزرج کے جد اعلیٰ مالک بن عجلان نے یہود کی زیادتیوں کا مقابلہ کرنے کی تدبیر کی اور ان کی شوکت کو توڑنے میں اہم کردار ادا کیا۔ چنانچہ یثرب کے گرد و پیش میں آباد عرب قبائل مثلاً مزینہ' سلیم' جہنہ اور فزارہ سے اوس و خزرج نے حلیفانہ معاہدے کر لیے۔ یہ بات یہود کے لیے پریشانی کا باعث تھی جس کا تدارک انہوں نے سازش سے کرنے کی ترکیب نکالی۔ اوس و خزرج نسب اور مذہب کے اعتبار سے ایک تھے اور ان میں وحدت کا پیدا ہونا بالکل فطری امر تھا۔ یہود لگائی بجھائی کے بڑے ماہر تھے۔ وہ معمولی معمولی اختلافات کو ہوا دے کر دونوں قبیلوں کو جنگ و جدل کی راہ پر ڈال دیتے۔ تاریخ بتاتی ہے کہ درمیان میں تھوڑے تھوڑے وقفوں سے اوس و خزرج کے درمیان سو سال سے زیادہ عرصہ تک جنگیں ہوتی رہیں۔

جنگوں کے اس سلسلہ کی آخری جنگ' جنگ بعاث نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت سے پانچ برس پہلے ختم ہوئی۔ اس جنگ میں بنو قینقاع نے خزرج کا ساتھ دیا اور بنو نضیر اور بنو قریظہ اوس کے حلیف تھے۔ انجام کار بنو قینقاع کو نقصان اٹھانا پڑا اور وہ اپنی بعض عمارات سے بے دخل کر دیے گئے۔ اس جنگ میں اوس اور خزرج دونوں کا بے حد نقصان ہوا اور دونوں کے سرداروں کی بڑی تعداد قتل ہوگئی۔ اس صورت حال میں ان کو اپنی حماقت کا احساس ہوا اور وہ سوچنے لگے کہ کسی طرح اس مخمصے سے نکلیں اور کسی کو اپنا سربراہ مان کر باہم اتفاق و اتحاد سے زندگی گزاریں۔ روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ اس منصب کے لیے عبداللہ بن ابی بن سلول کی شخصیت ان کی نظروں میں تھی اور بعض لوگ اس کی تاج پوشی کر کے اسے دونوں قبیلوں کا بادشاہ بنانے کی تدبیر کر رہے تھے۔ ابھی اس تجویز کو عملی جامہ نہیں پہنایا گیا تھا کہ اوس اور خزرج میں اسلام کی دعوت پھیلنے لگی جس میں ان قبائل کے مابین یک جہتی اور اخوت کے نئے امکانات نظر آ رہے تھے۔ اس طرح یہ تجویز اپنی موت آپ مر گئی۔

اہل یثرب میں اسلام کے لیے کشش کے ابتدائی اسباب:

روایات کے مطابق اہل یثرب میں سب سے پہلے ایک شخص سوید بن صامت اسلام کی حقانیت کا قائل ہوا لیکن یہ جنگ بعاث میں قتل ہوگیا۔ دعوت اسلام کا نقطہ آغاز نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی چند خزرجیوں سے وہ ملاقات بنی جو نبوت کے گیارہویں سال ایام حج میں آپ نے ان سے کی۔ آنحضرتؐ کا طریقہ یہ تھا کہ حج پر آنے والے عرب قبائل میں پہنچ جاتے اور ان کو اللہ کا پیغام پہنچاتے۔ کوئی سوال کرتا تو اس کا جواب دیتے' اگر اعتراض ہوتا تو اس کو رفع کرتے اور اگر کوئی بات سننا گوارا نہ کرتا تو اس کو چھوڑ کر دوسروں سے گفتگو فرماتے۔ خزرج کے چھ افراد اسعد بن زرارہ' عوف بن الحارث' رافع بن مالک' قطبہ بن عامر' عقبہ بن عامر اور جابر بن عبداللہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو آنحضرتؐ نے جب اسلام کی بنیادی تعلیمات سے آگاہ کیا اور اپنے بارے میں یہ خبر دی کہ میں اللہ کا رسول ہوں جو خلق خدا کی رہنمائی کے لے مبعوث ہوا ہوں تو ان لوگوں نے اس معاملہ کو یثرب کے حالات کے تناظر میں دیکھا۔ انہوں نے کہا۔

"یا رسول اللہ! ہم اپنے پیچھے ایک ایسی قوم چھوڑ کر آئے ہیں جو شر و عداوت میں اپنی مثال آپ ہے۔ شائد اللہ آپ کے ذریعہ سے اس کو متحد کر دے۔ ہم ان لوگوں کے پاس جا کر آپ کی دعوت سے ان کو روشناس کرائیں گے۔ ہم نے جو دین آپ کے ہاتھوں قبول کیا ہے اس کی طرف ان کو بھی بلائیں گے۔ اگر اللہ ان کو اس پر یکجا کر دے تو آپ سے زیادہ با عزت کوئی دوسرا نہ ہوگا۔"

ظاہر ہے کہ یہ الفاظ جنگوں سے تھکے ہارے اور زخم خوردہ لوگوں ہی کے ہو سکتے ہیں۔ وہ دین کے راستہ سے دونوں برسرپیکار قبیلوں کے درمیان اتحاد کے امکانات کو بھانپ لیتے ہیں کیونکہ دینی تعلق دوسرے تمام روابط کی نسبت مضبوط تر ہوتا ہے۔ مزید براں دین کے راستہ سے آئی ہوئی اخلاقیات' لا دینی اخلاقیات کے مقابل میں زیادہ پائیدار ہوتی ہیں۔ ان خزرجیوں کا خیال ہوا کہ ہمارے مسائل کا حل اس دین کو قبول کر لینے میں ہے۔

اس موقع پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں سے یثرب کے حالات پوچھے اور خاص طور پر یہ دریافت فرمایا کہ یہود کے ساتھ ان کے تعلقات کی نوعیت کیا ہے۔ انہوں نے بتایا کہ وہ ہمارے حلیف ہیں۔ یہود کے ساتھ اپنے قبائلی روابط کی بنا پر یہ لوگ' معلوم ہوتا ہے' ان پیشن گوئیوں سے آگاہ تھے جو آخری نبی کی بعثت کے بارے میں اہل کتاب میں مشہور تھیں۔ چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پر ایمان کے بارے میں ان لوگوں کا آپس میں جو تبصرہ کتب سیرت میں نقل ہوا ہے وہ یہ ہے کہ بخدا' یہی وہ نبی ہیں جن سے یہود تمہیں ڈراتے رہے ہیں۔ ہم ان پر ایمان لے آئیں تاکہ یہود ہم پر سبقت

نہ لینے پائیں۔ ظاہر ہے یہود آنے والے پیغمبر کی جو علامات بیان کرتے رہے ہوں گے ان خزرجیوں نے آنحضرتؐ کو ان کے مطابق پایا۔ آپ کی تعلیم میں اہل کتاب کے معتقدات کی جھلک محسوس کی۔ اس لیے ان کی رائے یہ ہوئی کہ ہم ان سے دین کی باتیں سیکھیں اور اپنے احباب و اقارب کو بتائیں۔ یہ نبی یہود کے بیان کے مطابق کامیاب ہونے والے ہیں اور ان کا دین بالآخر غالب آ کر رہے گا۔ لہٰذا ہم یہود سے پہلے اس نیک کام کی طرف سبقت کریں تاکہ وہ ہم پر بازی نہ لے جائیں۔ یہ بات بھی یثرب کے معروضی حالات کے بالکل مطابق تھی۔ قیاس یہی ہے کہ ان خزرجیوں نے یثرب واپس جا کر اسی نقطہ نظر کے مطابق لوگوں کو قائل کیا اور کچھ اور لوگ ان کے ہم خیال بن گئے جو اگلے برس ایام حج میں مکہ گئے اور زیادہ پرجوش انداز میں اسلام قبول کیا۔

یثرب کے مسلمانوں سے بیعت:

نبوت کے بارہویں سال یثرب سے بارہ افراد نے اسلام قبول کیا۔ یہ واقعہ قیام منیٰ کے دنوں میں ایک پہاڑی درہ میں پیش آیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس خفیہ مقام پر لوگوں کو دین اسلام کے بنیادی حرام و حلال سے آگاہ فرمایا اور ان سے بیعت لی کہ وہ حرام کاموں سے اجتناب کریں گے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق زندگی گزاریں گے۔ اس وفد نے آنحضرتؐ کو یقین دلایا کہ اسلام کی دعوت یثرب کے گھر گھر میں اثر انداز ہو رہی ہے اور اگر دین کا کوئی جاننے والا وہاں چلا جائے تو دلوں میں اس دعوت کے جلد نفوذ کرنے کے بڑے امکانات موجود ہیں۔ ان کی یقین دہانی پر آنحضرتؐ نے ایک قرشی نوجوان مصعب بن عمیرؓ کو یثرب بھیجا کہ لوگوں کو دین اسلام کی حقیقت سے آگاہ کریں' قرآن پڑھائیں اور مسلمانوں کے لیے نماز کی امامت کے فرائض سرانجام دیں۔ حضرت مصعبؓ کا قیام یثرب فی الواقع بے حد مفید ثابت ہوا اور اوس و خزرج کے متعدد شرفاء نے اسلام قبول کر لیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ یثرب کے گھر گھر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے پیغام کا ذکر پھیل گیا۔ چنانچہ اگلے سال حج کے لیے اہل یثرب میں سے جو لوگ مکہ گئے ان میں خزرج کے باسٹھ اور اوس کے گیارہ مسلمانوں کا ایک وفد شامل تھا۔ یہ تہتر اشخاص اور ان کے ہمراہ دو خواتین' اسلام کے لیے یثرب کی سرزمین کی زرخیزی اور موزونیت کا منہ بولتا ثبوت تھے۔ ظاہر ہے کہ اسلام سے متاثر ہر شخص تو حج کے لیے نہیں آیا تھا۔ لہٰذا وفد کی یہ معقول تعداد اپنے پیچھے کثیر تعداد میں ہم خیال لوگوں کی موجودگی کا پتہ دیتی تھی۔ یہ زمانہ وہ تھا جب مکہ میں قریش کی مخالفت اپنی آخری حدوں کو چھو رہی تھی۔ وہ عام مسلمانوں کے ساتھ تو پہلے بھی کوئی رعایت برتنے کے لیے تیار نہیں تھے لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے معاملہ کو کسی نہ کسی طرح برداشت کرتے آ رہے تھے۔ اس مرحلہ میں آ کر ان کی سوچ میں یہ

تبدیلی آ رہی تھی کہ اسلام کی راہ روکنے کے لیے آنحضرت کو راستہ سے ہٹانا ناگزیر ہے۔ اس کی شکل کیا ہو؟ اس بارے میں ابھی آراء مختلف تھیں۔ بعض لوگ سمجھتے تھے کہ اگر آنحضرت منظر سے ہٹ جائیں تو اسلام کے بڑھتے ہوئے قدم خود بخود رک جائیں گے اور اہل مکہ سکھ کا سانس لے سکیں گے۔ دوسرے شقی القلب لوگوں کی رائے تھی کہ جب تک آپ موجود رہیں گے' خواہ مکہ میں ہوں یا اس سے باہر' قریش کے لیے درد سر بنے رہیں گے۔ لہٰذا اس جڑ کا کٹنا ضروری ہے جس کی بدولت اسلام کا پودا برگ و بار لا رہا ہے۔ ان حالات میں آنحضرت کے سامنے سابق رسولوں کی یہ سنت موجود تھی کہ وہ اپنی قوم کو چھوڑ کر ہجرت کر جاتے رہے ہیں۔ لہٰذا آپ برابر غور فرماتے رہے کہ اگر مجھے ہجرت کا حکم ہوا تو میں کس طرف نکلوں گا۔ اب تک مکہ کے باہر کوئی ایسی جگہ نظر نہیں آتی تھی جہاں لوگ کافی تعداد میں اسلام قبول کر چکے ہوں اور وہ مکہ سے ہجرت کر کے آنے والوں کی پشت پناہی کی صلاحیت رکھتے ہوں۔

اس مرحلہ پر یثرب کی خوش آئند صورت حالات نے آپ کے سامنے ایک امکان روشن کر دیا۔ روایات میں آیا ہے کہ اس سے پہلے آپ دارالہجرت کے طور پر کھجور کے باغات کی ایک سرزمین خواب میں دیکھ چکے تھے لیکن آپ اس کو کسی مقام پر منطبق نہیں کر سکے تھے۔ اس وقت جب اہل یثرب کی ایک بڑی تعداد نے اپنے دیار کے حالات آپ کو بتائے تو آپ نے ان کے شہر کو دارالہجرت بنانے کا بھی جائزہ لیا۔ یہ مقام آپ کے رویا سے مطابقت رکھتا تھا۔

منیٰ کے قیام کے دوران نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان تہتر مسلمانوں سے اسی گھاٹی میں خفیہ ملاقات کی' جہاں پچھلے سال ان کے بارہ افراد سے مل چکے تھے۔ اس مرتبہ زیادہ گفتگو ہجرت کے لیے یثرب کی موزونیت پر ہوئی۔ ان لوگوں کو بھی حضرت مصعب بن عمیرؓ کے زیر تربیت رہ کر اچھی طرح اندازہ ہو چکا تھا کہ اسلام کی دعوت مکہ میں کس نشیب و فراز سے گزر رہی ہے اور اس وقت وہاں کے مسلمانوں کو جن مصائب کا سامنا ہے ان سے عہدہ برآ ہونے کے لیے مکہ کے ماحول سے نکلنا کتنا ضروری ہو چکا ہے۔ چنانچہ ان لوگوں میں سے بعض نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خود پیش کش کی کہ آپ یثرب آ جائیں تو وہاں اپنے مشن کی تکمیل کے لیے یکسو ہو کر کام کرنا ممکن ہوگا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اس پیشکش کے مضمرات سے آگاہ فرمایا کہ انجام کار قریش کی طرف سے تمہارے شہر پر حملہ بھی ہو سکتا ہے۔ اگر ایسا ہوا تو اس وقت میرا دفاع تمہیں اس طرح بھرپور کرنا ہوگا' جیسا تم دشمن کے حملہ کے وقت اپنے بال بچوں کا دفاع کرتے ہو۔ اس موقع پر اوس و خزرج کے یہود کے ساتھ معاہدات بھی زیر بحث آئے۔ وفد کے ارکان کو خیال ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تعلق کی صورت میں انہیں ان معاہدات سے نکلنا ہوگا۔ ایک صاحب ابوالہیثم نے خدشہ ظاہر کیا کہ یا رسول اللہ'

کہیں ایسا نہ ہو کہ ہم تو اپنے قبائلی روابط کی قربانی دے دیں' پھر اللہ تعالیٰ آپ کو غلبہ عطا فرما دے تو آپ ہمیں چھوڑ چھاڑ کے واپس اپنی قوم میں لوٹ جائیں۔ آپ مسکرائے اور فرمایا کہ ہجرت کی صورت میں ہمارا جینا اور مرنا ایک ساتھ ہوگا۔ ذمہ داری اکٹھی ہوگی۔ میں تم سے ہوں گا اور تم مجھ سے ہو گے۔ جس سے تمہاری لڑائی ہوگی میری بھی اس سے لڑائی ہوگی۔ جس سے تم صلح کرو گے میں بھی اس سے صلح کروں گا۔

ایک ساتھی عباسؓ بن عبادہ نے اپنی قوم کو مستقبل کے حالات و خدشات سے نہایت دو ٹوک انداز میں آگاہ کیا۔ انہوں نے کہا اے گروہ خزرج' جانتے ہو آنحضرتؐ کے ہاتھ پر جو بیعت کرنے جا رہے ہو اس کی حقیقت کیا ہے۔ اس کے نتیجے میں کالے اور گورے ہر طرح کے لوگوں سے جنگ کرنا ہوگی۔ اگر اس کشمکش میں تمہارے مال تباہ ہو جائیں اور تمہارے اشراف قتل ہو جائیں' تب بھی تم اپنے عہد کو نبھا سکو تو یہ قدم اٹھاؤ' اور یہ دنیا و آخرت دونوں میں تمہارے لیے بھلائی کا باعث ہوگا۔ لیکن اگر تم بعد میں اپنے مال کی بربادی کو مصیبت سمجھنے لگو اور اشراف کے قتل کو برداشت کرنا تمہارے لیے مشکل ہو اور آنحضرت کا ساتھ چھوڑنے میں عافیت سمجھو تو بہتر ہوگا کہ آج ہی یہ قدم نہ اٹھاؤ کیونکہ ایسا کرنے میں دنیا و آخرت دونوں میں رسوائی ہوگی۔

اس طرح یثرب کو دارالہجرت بنانے کی پیش کش کے نتائج و عواقب پر اچھی طرح بحث ہوئی اور وفد کے تمام ارکان نے پورے شرح صدر کے ساتھ اس کو اپنے دل کی آواز قرار دیا۔ اس بحث میں یہود کے ساتھ تعلقات بھی زیر بحث آئے اور یہ بات بھی سامنے آئی کہ شائد کسی مرحلہ پر ان سے قطع تعلق کی نوبت آ جائے لیکن قوم دین کی خاطر ہر قربانی دینے کے لیے بے تاب نظر آتی تھی۔ بالآخر انہوں نے معاملہ کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر چھوڑا کہ آپ اپنے لیے اور اپنے رب کے لیے جو کچھ پسند فرمائیں' اس کو اختیار فرمائیں۔ آنحضرت نے اہل یثرب کے جذبہ ایمانی کی تحسین فرمائی اور ان سے سمع و طاعت پر بیعت لی' جسے بیعت عقبہ ثانیہ کا نام دیا گیا ہے۔ اس کے بعد آپ نے ان میں سے بارہ افراد کو قوم کے نقیب مقرر فرمایا۔ ان میں سے نو کا تعلق خزرج سے اور تین کا اوس سے تھا۔ ظاہر ہے کہ ان کی ذمہ داری اپنی قوم کو دین کے حقوق سے برابر آگاہ کرتے رہنے' مسلمانوں کے باہم معاملات کی اصلاح کرنے اور عہد کی پاسداری کی یاد دہانی کراتے رہنے کی تھی۔ اہل یثرب اس طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا دینی ہی نہیں بلکہ سیاسی سربراہ تسلیم کر کے اور آپ کی اطاعت کا عہد کر کے واپس لوٹے۔

یثرب کو ہجرت

معلوم ہوتا ہے کہ اس بیعت کے فوراً بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کے اذن سے ہجرت

کی تیاری شروع کر دی اور مکہ میں اپنے ساتھیوں کو اجازت دے دی کہ وہ اپنے معاملات سمیٹنا شروع کر دیں اور جیسے جیسے حالات سازگار ہوتے جائیں وہ موقع ملتے ہی یثرب کو روانہ ہو جائیں' جہاں ان کے ہم مسلک و مذہب ان کے لیے چشم براہ ہوں گے۔ آپ کی اپنی روانگی حکم خداوندی کے تابع تھی۔ جب تک اذن نہ ملتا آپ مکہ کو چھوڑ نہیں سکتے تھے۔ آپ کے لیے ہدایات بڑی سخت تھیں اور قرآن مجید میں آپ کو اس بارے میں حضرت یونس علیہ السلام کی فروگزاشت سے سبق حاصل کرنے کی تلقین فرمائی گئی تھی۔ حضرت یونس علیہ السلام نے اپنی قوم کے تمرد و سرکشی کو دیکھتے ہوئے غیرت حق میں ان سے کنارہ کر لیا تھا۔ وہ اذن الٰہی کے بغیر اپنی قوم کو چھوڑ کر کسی دوسری سرزمین کو چل دیے۔ اللہ تعالیٰ کو ان کا اس طرح قوم سے براءت کرنا پسند نہیں آیا۔ چنانچہ اس نے ان کو ایسے حالات سے دو چار کیا جن کے نتیجہ میں وہ مچھلی کے پیٹ میں جا پڑے۔ اب انھیں متنبہ ہوا کہ میں جس آزمائش میں ڈالا گیا ہوں یہ قبل از وقت قوم کو چھوڑنے کا نتیجہ ہے۔ اس پر انھوں نے استغفار کی جس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان کی آزمائش ختم کی۔ اس مثال کے ہوتے ہوئے آنحضرتؐ نے اپنی ہجرت کا معاملہ موخر کیا۔ تاہم اس کی تیاریاں مکمل کر لی گئیں۔ حضرت ابوبکرؓ کے ہاں دو اونٹ کھڑے کر دیے گئے اور راستہ کے شناسا ایک راہ نما عبداللہ بن ارقط سے معاملہ طے کر لیا گیا۔ جب قریش نے آپ کے معاملہ میں انتہائی قدم اٹھانے کا فیصلہ کیا تو آپ کو ہجرت کا حکم ہوا۔ اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں کو قوم کے ہاتھوں میں اس طرح بے بس نہیں ہونے دیتا کہ وہ ان کی جان تک کے بھی درپے ہو جائیں۔ لٰہذا آپ نے رات کی تاریکی میں گھر کا محاصرہ کرنے والے کفار کی آنکھوں میں دھول جھونک کر حضرت ابوبکرؓ کے گھر کا رخ کیا۔ ان کو لے کر غار ثور میں پناہ لی اور پھر اپنے پروگرام کے مطابق یثرب کو روانہ ہوئے۔ ہجرت بیعت عقبہ کے چند ماہ بعد ہوئی۔ اسحاق النبی علوی کی تحقیق کے مطابق 5 ربیع الاول بروز پیر آپ مکہ سے روانہ ہوئے اور 12 ربیع الاول بروز پیر قبا میں پہنچے۔ یہ 22 نومبر 622ء کی تاریخ تھی۔

اہل یثرب آنحضرتؐ کے لیے کس طرح اپنے دیدہ و دل فرش راہ کیے ہوئے تھے۔ اس کا اندازہ روایات سے یوں ہوتا ہے کہ یثرب کے مسلمان کئی کئی گھنٹے روزانہ مکہ کی راہ پر ٹکٹکی باندھے بیٹھے رہا کرتے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری کب یہاں پہنچتی ہے۔ بڑوں' چھوٹوں' عورتوں اور مردوں سب نے آنحضرتؐ کا شایان شان استقبال کرنے کی تیاریاں کر رکھی تھیں۔ جب انھیں خبر ہوئی کہ رسول اللہؐ کو ہجرت کا اذن مل چکا ہے تو یثرب میں ایک جشن کا سماں تھا۔ جونہی آپ کی سواری کو لوگوں نے دور سے آتے ہوئے دیکھا تو لوگ بھاگم بھاگ آپ کے استقبال کے لیے بڑھے اور اپنے جلو میں آنحضرتؐ کو شہر میں لائے۔ آپ نے قبا میں بنو عمرو بن عوف کے سردار حضرت کلثوم بن ہدم کے ہاں قیام کیا۔ ان کے محلّہ میں مسجد قبا تعمیر فرمائی۔

یثرب کے یہود بھی اپنے شہر میں آنے والی اس تبدیلی سے غافل تھے اور نہ بے تعلق۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب قبا پہنچے تو جہاں اوس و خزرج کے خاندانوں کے وفود نے آپ کا استقبال کیا وہیں یہودی زعماء بھی ملنے کے لیے پہنچے۔ متعین طور پر روایات میں بنو نضیر کے سردار حیی ابن اخطب اور اس کے بھائی ابو یاسر کا ذکر آیا ہے کہ وہ ملنے والوں میں شامل تھے۔ ظاہر ہے کہ آنحضرتؐ کی مجلس میں بیٹھ کر انھیں کچھ باتیں کہنے سننے کا موقع ملا ہوگا۔ اب تک وہ جو کچھ غائبانہ سنتے رہے ہوں گے اس کو انھوں نے ملاقات کے دوران جانچنے کی کوشش کی ہوگی۔ قبا سے یثرب کو واپس جاتے ہوئے دونوں بھائیوں نے' جو یہود کے بڑے سرداروں میں شامل تھے' حضور کی شخصیت پر جو تبصرہ کیا وہ روایات میں محفوظ ہے۔ ابویاسر نے جب بھائی کی رائے اور آئندہ لائحہ عمل کے بارے میں دریافت کیا تو حیی نے کہا کہ یہ رسول تو وہی ہیں جن کا تذکرہ ہماری کتابوں میں ہوا ہے' لیکن ہم انھیں تسلیم نہیں کر سکتے۔ ہمیں ان کی مخالفت کرنا ہوگی۔ یہی وہ مجمل فیصلہ ہے جس کی روشنی میں آگے چل کر یہود کا رویہ مشکل ہوا اور قرآن پاک نے بتایا کہ یہ لوگ آنحضرت کو اسی طرح پہچانتے ہیں جیسا اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں لیکن ان پر ایمان نہیں لانا چاہتے۔

قبا میں دو ہفتہ قیام کے بعد جمعہ کے روز نبی صلی اللہ علیہ وسلم یثرب کی مرکزی بستی کی طرف روانہ ہوئے اور راستہ میں بنو سالم کے محلّہ میں جمعہ کی نماز پڑھائی۔ اوس و خزرج کے مختلف قبائل نے درخواست کی کہ آپ مستقل قیام کے لیے ان کو شرف بخشیں لیکن حضور نے ایسی پیشکشوں کو قبول کرنے سے یہ کہہ کر معذرت کر لی کہ میری اونٹنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے مامور ہے۔ یہ جہاں بیٹھ جائے گی وہیں میرا قیام ہوگا۔ یوں بھی دیکھا جائے تو یثرب کے معروضی حالات میں کئی پیشکشوں کی موجودگی میں کسی ایک کے حق میں فیصلہ کر دینا' دوسرے لوگوں کے دلوں میں تکدر اور وسوسے پیدا کرنے کا باعث ہو سکتا تھا۔ آنحضرت کے اس جواب سے آپ کی غیر جانبداری قائم رہی۔ اونٹنی بنو النجار کے ہاں جا کر بیٹھ گئی۔ چنانچہ آپ نے قریبی مکان میں' جو حضرت ابو ایوب انصاریؓ کی ملکیت تھا' رہائش اختیار کی۔ اس کے متصل ایک خالی زمین خرید کر اس پر مسجد تعمیر کی جو آنے والے دور میں اسلام کے لیے ہر قسم کی جدوجہد کا مرکز قرار پائی۔ حضرت ابو ایوبؓ کے ہاں آپ کا قیام تقریباً سات ماہ رہا۔

ادارہ تدبر قرآن کے زیر اہتمام

درس قرآن

ہر اتوار کی صبح 9.00 تا 10.00 بر مکان

جناب سعید احمد صاحب

9-وحدت روڈ لاہور ہوتا ہے۔

درس قرآن جناب خالد مسعود صاحب دیتے ہیں

آئندہ سے یہ درس ابتدائے قرآن

سے شروع ہو گا (انشاء اللہ)۔

ادارہ

تالیفات امام حمید الدین فراہیؒ

	روپے	پیسے
1- مجموعہ تفاسیر فراہی	264	00
2- حکمت قرآن	75	00

تالیفات مولانا امین احسن اصلاحی

	روپے	پیسے
1- تدبر قرآن : (9 جلد)	2376	00
(فی جلد) :	264	00
2- مبادی تدبر قرآن	87	00
3- مبادی تدبر حدیث	72	00
4- حقیقت شرک و توحید	105	00
5- حقیقت نماز	45	00
6- حقیقت تقویٰ	45	00
7- تزکیہ نفس : جلد دوم	87	00
8- دعوت دین اور اس کا طریق کار	90	00
9- اسلامی قانون کی تدوین	60	00
10- اسلامی ریاست میں فقہی اختلافات کا حل	60	00
11- اسلامی معاشرہ میں عورت کا مقام	87	00
12- قرآن میں پردے کے احکام	10	00
13- فلسفے کے بنیادی مسائل قرآن حکیم کی روشنی میں	90	00
14- تفہیم دین	72	00
15- مقالات اصلاحی : جلد اول	114	00

فاران فاؤنڈیشن

122- فیروز پور روڈ، اچھرہ، لاہور - 54600 - پاکستان
فون - 7595200